Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....اشتعال انگیز تحریر وتقریر پر پابندی..............مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط ۱۲۴)... دس ذی الحجہ کے بعد منیٰ میں قیام اور رَمی کا حکم.......// // ۵

درسِ حدیث ....نظر لگنے کی حقیقت اور اس کا علاجِ نبوی (قسط ۵)...// // ۹

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

عرش والے فرشتوں کی مومنوں کیلئے دخولِ جنت کی دعا.................................مفتی محمد امجد حسین ۱۴

اسلام کی بنیاد پر یہ ملک بنا ہے..// // ۱۸

معاملے پر گواہ بنانا..مفتی منظور احمد ۲۳

وہ امور جن کے لئے وضو کرنا مستحب ہے...مفتی محمد یونس ۲۸

والدین کی نافرمانی اور ان کو تکلیف پہنچانے کا وبال.................................مولانا غلام بلال ۳۲

ماہِ محرم: ساتویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات.........................مولانا طارق محمود ۳۸

علم کے مینار: ..... امام شافعی رحمہ اللہ کی مدح میں اہلِ علم کا کلام.......مولانا محمد ناصر ۴۰

تذکرۂ اولیاء: ....سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت.........// // ۴۳

پیارے بچو! ....غار والوں کی کہانی..............................// // ۴۷

بزمِ خواتین ....مزاح میں حدود کی رعایت.........................مولانا طلحہ مدثر ۵۰

آپ کے دینی مسائل کا حل... غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم (قسط ۲)....ادارہ ۵۹

کیا آپ جانتے ہیں؟........ قبر پر ہاتھ اُٹھا کر دُعاء کرنے کا حکم (قسط ۲)........مفتی محمد رضوان ۷۳

عبرت کدہ ....قصہ اولادِ آدم..................مولانا طارق محمود ۸۳

طب وصحت..........................اترجہ یا تُرنج (Citron)..............مفتی محمد رضوان ۸۶

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز..................مولانا محمد امجد حسین ۹۱

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں............حافظ غلام بلال ۹۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ مفتی محمد رضوان

اشتعال انگیز تحریر وتقریر پر پابندی

ایک مدت سے وطنِ عزیز میں بڑھتی ہوئی قتل وغارت گری اور دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے مختلف قسم کی تدابیر وتجاویز زیرِ غور وزیرِ عمل آتی رہی ہیں، گذشتہ دنوں پشاور کے ایک سکول میں معصوم بچوں کی سفاکانہ وظالمانہ شہادت وہلاکت کے بعد فوجی اور سیاسی قیادت نے مل کر قومی ایکشن پلان ترتیب دیا، اور اس کے بعد اس کے مطابق عملدرآمد شروع کر دیا گیا، جس کے تحت ملک میں اشتعال انگیز اور شر انگیز تحریرات وتقاریر کے خلاف بھی کارروائی اور مختلف لوگوں کی پکڑ دھکڑ کی جارہی ہے۔

ہمیں اصولی طور پر اشتعال انگیز اور شر انگیز تحریرات اور تقاریر کے سدباب کے لئے مؤثر کارروائی کرنے سے اتفاق ہے، لیکن اس سلسلہ میں چند باتوں کو ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

(1)...... اشتعال انگیز اور شر انگیز تحریرات اور تقاریر کے خلاف کارروائی کرنے کا عمل کسی مسلک کی تخصیص کے بغیر بلا امتیاز ہونا چاہئے، تاکہ ملک میں موجود تمام مسالک کے شدت پسند واشتعال انگیز لوگوں کی اصلاح ہو سکے، کیونکہ تالیاں دونوں ہاتھوں سے بجتی ہیں، اس لئے جب تک اس کارروائی کے عمل کو عمومی انداز میں اختیار نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک اصل اہداف اور مقاصد حاصل نہ ہوں گے، اور ایسی صورت میں کسی ایک فریق کو یکطرفہ کارروائی کی شکایت بھی نہ ہوگی۔

(2)...... اشتعال انگیز اور شر انگیز تحریرات اور تقاریر کی تعیین کے لئے مختلف مسالک اور سلسلے کے سنجیدہ اور معتدل مقتداء حضرات کی مشاورت سے کچھ قواعد وضوابط اور اصول مقرر کر کے تمام فریقوں کو ان کا پابند کرنا چاہئے کہ وہ اپنے مسلک کی حدود میں رہتے ہوئے اپنے مسلک کے متبعین کو اس کے مطابق اعتدال کے ساتھ رہنمائی کر سکیں، اور اگر دلائل کی ضرورت محسوس ہو تو ان کو بھی پیش کر سکیں، لیکن فریقِ مخالف کی تذلیل وتوہین اور تحقیر یا جذبات کو بھڑکانے سے مکمل اجتناب کریں، جس کے لئے ایک بزرگ کا یہ مقولہ بہت مشہور ہے کہ ''اپنے مسلک کو چھوڑو نہیں، اور دوسرے کے مسلک کو چھیڑو نہیں''

ہمارے یہاں ایک طویل عرصہ سے مذہبی عنوان سے اس انداز میں تحریراً اور تقریراً تبلیغ پر زیادہ زور رہا ہے

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کہ اپنے نزدیک حق بات سے زیادہ فریقِ مخالف کی بات پر نکیر اور اس کی تحقیر وتذلیل کی جائے، اور اس مقصد کے لئے فریقِ مخالف کے سلسلہ کی کتب سے چھانٹ چھانٹ بلکہ کاٹ چھانٹ کر حوالہ جات پیش کئے جاتے رہے ہیں۔

حالانکہ یہ طرزِ عمل اشتعال اور شر پیدا کرنے اور دوسروں کے جذبات مجروح کرنے کے ساتھ ساتھ انبیائے کرام کی تبلیغ کے اصول کے بھی خلاف ہے، ہر نبی کو اپنے زمانہ میں مخالفین اور منکرین سے سابقہ پڑا ہے، لیکن انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے مخالفین ومنکرین کے خیالات کی تردید پر زور دینے کے بجائے حق بات کے اثبات اور اس کے سنجیدہ اور معقول دلائل پر زیادہ زور رکھا ہے، اور حتی الامکان مخالفین ومنکرین کا نام تک لینے سے اجتناب کیا ہے۔

(3)...... ہر مسلک اور سلسلہ کے مقتداء ومقتدر حضرات کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ تحریر وتقریر کے طے شدہ اصولوں کے مطابق اپنے پیروکاروں کو تلقین کریں، اور ان اصولوں کی تبلیغ وتشہیر کریں، اور اپنی تعلیم گاہوں میں بھی ان اصولوں کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کریں اور اس سلسلہ میں مختلف کورس منعقد کر کے آگاہی اور شعور پیدا کرنے کا اہتمام کریں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ دوسرے سلسلہ کے متبعین کی اصلاح پر زور دینے کے بجائے ہر فریق کو اپنے سلسلہ کے متبعین کی اصلاح پر توجہ دینا زیادہ مؤثر ومفید ہوا کرتا ہے، جس کی ہمارے یہاں بہت زیادہ کمی بلکہ عام طور پر فقدان پایا جاتا ہے۔

اگر خلوصِ نیت اور باہمی اتفاقِ رائے اور عدل وانصاف کے ساتھ اور عصبیت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس طرح کے اصولوں پر عملدرآمد کیا جائے گا، تو امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد بہتر نتائج برآمد ہوں گے، اور شدت پسندی اور دہشت گردی کی بڑھتی ہوئی لہر سے نجات حاصل ہوگی، اور ملک میں امن وامان کی فضاء قائم ہونے میں مدد حاصل ہوگی۔ اللہ کرے کہ ایسا ہو۔ آمین۔

اہم اعلان

ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی میں حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب جمعہ کا خطاب 12 بجے دن شروع فرماتے ہیں، اور نمازِ جمعہ کا قیام پونے ایک بجے (12:45) ہوتا ہے اور نمازِ جمعہ کے بعد عوام کے لئے شرعی مسائل کے سوال وجواب کی نشست بھی منعقد ہوتی ہے۔

Idara Ghufran

(سورہ بقرہ قسط ۱۲۴، آیت ۲۰۳) مفتی محمد رضوان

دس ذی الحجہ کے بعد منیٰ میں قیام اور رَمی کا حکم

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى وَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ۲۰۳)

ترجمہ: پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں تو گناہ نہیں، اس پر اور جو کوئی پیچھے رہ گیا، تو اس پر بھی گناہ نہیں، اس کے لئے جو ڈرتا ہے، اور ڈرو تم اللہ سے، اور جان لو کہ بیشک تم اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے (سورہ بقرہ)

حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: أَيَّامُ مِنًى ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ مَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ (مسند ابی داود الطالسی، رقم الحديث ۱۴۰۶) [1]

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ سلم کے ساتھ حاضر تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ منیٰ کے تین دن ہیں (یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ) پس جو شخص دو دن (رَمی کر کے) جلدی چلا جائے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اور جو شخص (تیسرے دن تک جانا) مؤخر کرے (اور تیسرے دن کی بھی رَمی کرے) تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (ابوداود طیالسی، ترمذی، مسند احمد، ابنِ ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی حج کرنے والا منیٰ میں دو دن کی رمی کر کے چلا جائے، تو اس میں بھی کوئی گناہ کی بات نہیں، اور اگر کوئی تیسرے دن کی رمی کر کے جائے، تو بھی گناہ کی کوئی بات نہیں، دونوں طریقوں پر عمل کر لینے کی گنجائش ہے، البتہ افضل و اولیٰ یہی ہے کہ تیسرے دن تک ٹھہریں، اور تیسرے دن کی رَمی

---

[1] سنن الترمذی، رقم الحديث ۸۸۹، مسند احمد، رقم الحديث ۱۸۷۷۳، سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۳۰۱۵.

فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح.

Idara Ghufran

کر کے جائیں۔ [1]

لیکن تیسرے دن کی رَمی کے بعد منیٰ میں مزید دن ٹھہرنا ثواب کی بات نہیں۔

مفسرین نے فرمایا کہ زمانۂ جاہلیت میں کچھ لوگ تو ایسے تھے کہ جو منیٰ سے دودن کے بعد چلے جانے کو گناہ سمجھتے تھے، اور کچھ لوگ اس کے برعکس ایسے تھے کہ جو منیٰ میں تیسرے دن تک ٹھہرنے کو گناہ سمجھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں فریقوں کی اصلاح کے لئے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں کوئی گناہ نہیں۔ [2]

فقہائے کرام نے فرمایا کہ گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کی رَمی کرنا تو حج کے واجبات میں سے ہے، اور تیرہ ذی الحجہ کی رَمی کرنا فی نفسہٖ حج کے واجبات میں سے نہیں، اور کوئی کرے، تو افضل ہے، لیکن بعض صورتوں میں تیرہ ذی الحجہ کی رَمی بھی واجب ہوجاتی ہے۔

بارہ ذی الحجہ کی رمی کرنے کے بعد حاجی کو منیٰ سے مکہ یا کسی اور جگہ جانا جائز ہوجاتا ہے، اور اس کو شرعی زبان میں نفرِ اول کہا جاتا ہے، اس کے بعد تیرہ تاریخ کی رمی واجب نہیں ہوتی، اور اگر کوئی تیسرے دن کی رمی کر کے جائے، تو اچھی بات ہے، اور اس کو شرعی زبان میں نفرِ ثانی کہا جاتا ہے۔

اگر تیرہ ذی الحجہ کے طلوعِ فجر ہونے سے پہلے کوئی منیٰ کی حدود سے نکل جائے، تو حنفیہ کے نزدیک اس پر

---

[1] عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، فِي قَوْلِهِ :(فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ، وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ) قَالَ: مَغْفُورٌ لَهُ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ٩٠٢٨)

[2] (أيام منى ثلاثة) : أراد بها أيام التشريق (فمن تعجل) : أى :للنفر (فى يومين) : أى :اليومين الأخيرين من أيام التشريق (فلا إثم عليه) : وسقط عنه مبيت الليلة الثالثة، ورمى اليوم الثالث ولا دم عليه، وتعجل جاء لازما ومتعديا، وهنا لازم لمقابلة قوله :(ومن تأخر) : أى :لرمى يوم الثالث (فلا إثم عليه) : وهو أفضل لكون العمل فيه أكمل لعلمه -صلى الله عليه وسلم -وقد ذكر أهل التفسير أن أهل الجاهلية كانوا فئتين إحداهما ترى المتعجل آثما، وأخرى ترى المتأخر آثما فورد التنزيل بنفى الحرج عنهما، ودل فعله -عليه الصلاة والسلام على بيان الأفضل منهما (مرقاة المفاتيح، ج۵ص ۱۸٦۳، كتاب المناسک،باب الإحصار وفوت الحج)

قوله:(فمن تعجل)قض (تعجل) جاء لازما ومتعديا، فإن عديته فمفعوله محذوف، والمعنى فمن تعجل النفر فى يومين، أى فى آخر اليومين الأولين من أيام التشريق، فلا إثم عليه ولا حرج، ومن تأخر إلى اليوم الثالث فلا إثم عليه، أى التقديم والتأخير سواء فى الجواز وعدم الحرج، ليس فى التعجيل ترک واجب، ولا فى التوقف والتأخير ارتكاب بدعة وزيادة على المشروع، مع أن التأخير أفضل(شرح الطيبى ، ج٦ص ۲۰۴۰، كتاب المناسک،باب حرم مكة حرسها الله تعالى)

(فمن تعجل) النفر (فى يومين) أى اليومين الأولين (فلا إثم عليه) فى تعجيله وسقط عنه مبيت الليلة الثالثة ورمى اليوم الثالث وتعجل جاء لازما ومتعديا (ومن تأخر) عن النفر فى الثانى من التشريق إلى الثالث حتى نفر فيه (فلا إثم عليه) فى تأخيره بل هو أفضل والتخيير هنا وقع بين الفاضل والأفضل(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۳۷۹۴)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تیرہ ذی الحجہ کی رَمی کرنا واجب نہیں ہوتا، اور اگر منیٰ کی حدود میں ہوتے ہوئے تیرہ ذی الحجہ کی طلوعِ فجر ہوجائے، تو پھر تیرہ ذی الحجہ کے دن کی رمی کرنا بھی واجب ہوجاتا ہے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اگر بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے منیٰ کی حدود سے نکل جائے، تو اس پر تیرہ ذی الحجہ کی رمی کرنا واجب نہیں ہوتا، اور اگر منیٰ کی حدود میں ہوتے ہوئے بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہوجائے تو پھر تیرہ ذی الحجہ کے دن کی رمی کرنا بھی واجب ہوجاتا ہے، اور حنفیہ کے نزدیک بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہوجانے پر اگرچہ تیرہ ذی الحجہ کی رَمی واجب تو نہیں ہوتی، مگر تیرہ ذی الحجہ کی رَمی کئے بغیر منیٰ سے چلے آنا مکروہ ہے۔

منیٰ سے دو دن بعد یا تیسرے دن کے بعد چلے جانے کا اختیار دینے کے بعد جو یہ فرمایا کہ:

لِمَنِ اتَّقٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۲۰۳)

ترجمہ: ’’اس کے لئے جو ڈرتا ہے، اور ڈرو تم اللہ سے، اور جان لو کہ بیشک تم اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے‘‘

اس میں اس طرف اشارہ کردیا گیا کہ یہ احکام اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ہیں، اور منیٰ یا حج سے دو دن بعد یا تین دن بعد چلے جانے والے یہ نہ سمجھیں کہ اب انہوں نے حج کرلیا ہے، لہٰذا اب وہ ہر طرح کی ذمہ داریوں سے بریٔ ہوچکے ہیں، بلکہ ان پر لازم ہے کہ وہ حج کرنے کے بعد بھی اللہ سے ڈرتے رہیں، اور منیٰ و حج سے لوٹنا کوئی اصل چیز نہیں، بلکہ اصل چیز اللہ کی طرف لوٹ کر جانا اور بروزِ قیامت اس کے سامنے جمع ہونا ہے، جہاں تقویٰ کام آئے گا۔

اور واقعہ یہ ہے کہ حج کا اصل توشہ اور سامان بھی تقویٰ ہی ہے، جیسا کہ حج کا مضمون بیان کرتے وقت پہلے اللہ کا یہ حکم گزر چکا ہے کہ:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ (سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ ۱۹۷)

ترجمہ: اور تم توشہ لے لیا کرو، پس بے شک بہترین توشہ تقویٰ ہے، اور تم میرا تقویٰ اختیار کرو، اے عقل والو (سورہ بقرہ)

Idara Ghufran

مطبوعاتِ ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ: ارکانِ اسلام — اضافہ وتحقیق شدہ دوسرا ایڈیشن

زکاۃ
کے
فضائل واحکام

قرآن وسنت اور اسلامی فقہ کی روشنی میں زکاۃ کی فرضیت واہمیت
زکاۃ کے فضائل وفوائد، ترکِ زکاۃ کے نقصانات اور وعیدیں، زکاۃ کی اقسام، سونے چاندی، مالِ تجارت اور کرنسی کی زکاۃ اور سائمہ جانوروں کی زکاۃ کے قدیم وجدید مفصل ومدلّل باحوالہ احکام
زکاۃ کے متعلق اہم امور ومسائل پر علمی وتحقیقی کلام

مصنف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسلسلہ: اصلاحِ افکار

مولانا عبیدُ اللّٰہ سندھی کے افکار
اور
تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کے نظریات
کا تحقیقی جائزہ

فلسفہ اور فکرِ ولی اللّٰہی ومولانا عبیدُ اللّٰہ سندھی کے متعلق اہلِ علم واہلِ افتاء کی آرا
تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی طرف نسبت کی حقیقت۔
مولانا عبیداللہ سندھی کی طرف منسوب غیر معتدل وشاذ افکار پر کلام
مولانا سندھی اور تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کے متعلق متعدد اکابر
اور اہلِ علم واہلِ قلم حضرات کی آرا وتحریرات اور فتاویٰ

مؤلف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

باسمہٖ تعالیٰ

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ محرم کے فضائل واحکام

اس رسالہ میں قرآن حدیث، فقہ اور سلفِ صالحین کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی سال کے پہلے مہینے ”محرم الحرام“ کے فضائل، مسائل، احکام ومنکرات کو مدلّل ومفصل اور سہل انداز میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اسلامی وقمری سَن وماہ کی اہمیت اور اس کے مقابلہ میں دوسرے نظاموں کے حقائق کو واضح کیا گیا ہے اور عاشورہ یعنی دس محرم کے دن کی فضیلت واہمیت اور اس سے متعلقہ احکامات ومنکرات کا جائزہ لیا گیا ہے، نیز اس مہینہ کی نسبت سے معاشرے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا معتدل ومثبت انداز میں ازالہ کیا گیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

مؤلف
مفتی محمد رضوان
مدیر
ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ: اصلاح وتزکیہ

وساوِس اور حقائق

قرآن وسنت، فقہاء ومحدثین اور اہل السنۃ والجماعۃ کی تعلیمات وہدایات کی روشنی میں وسوسوں کی حقیقت اور ان کے احکام، وسوسوں کی اقسام وانواع، وسوسوں کے گناہ ہونے نہ ہونے کا حکم، وسوسوں پر عمل اور ان کی تصدیق کے نتائج ونقصانات، وہم اور مالیخولیا کی بیماری کی حقیقت اور اس سے متعلق واقعات، ایمان، گناہ، ناپاکی، حرمت، طہارت، استنجاء، وضو، غسل، نماز، طلاق اور خواب وغیرہ سے متعلق وسوسوں پر تفصیلی کلام، پاکی وناپاکی اور حلت وحرمت سے متعلق اہم اصول اور مسائل، اور ناپاک چیز کو پاک کرنے کی سہل وآسان صورتیں، وسوسوں کے ضرر ونقصان سے حفاظت کا طریقہ۔

مصنف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی

فون: 051-5507270

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

نظر لگنے کی حقیقت اور اس کا علاجِ نبوی (قسط ۵)

نظر سے حفاظت کے لئے کھیتی میں ہانڈیاں وغیرہ نصب کرنا

ایک حدیث میں کھیتی کو نظر لگنے سے بچانے کے لئے اس میں لکڑیاں اور ہڈیاں نصب کرنے کا حکم آیا ہے، جیسا کہ آج کل لکڑیاں نصب کر کے ان پر کپڑے یا ہانڈیاں وغیرہ چڑھا دی جاتی ہیں۔ [1]

مگر اس حدیث کو محدثین واہلِ علم حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] عن عمر بن على، عن أبيه :أن النبى صلى الله عليه وسلم أمر بالجماجم أن تنصب فى الزرع .قال :قلت :من أجل ماذا؟ قال :من أجل العين (مسند البزار، رقم الحديث ٦٦٧)

[2] قال البزار:، وهذا الحديث لا نحفظه عن النبى صلى الله عليه وسلم من وجه متصل إلا بهذه الرواية عن على رضى الله عنه.

وقال الهيثمى:رواه البزار، وفيه الهيثم بن محمد بن حفص، وهو ضعيف، ويعقوب بن محمد الزهرى ضعيف أيضا(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۸۴۳۳،باب نصب الجماجم فى الزرع من أجل العين)

حدثنا أحمد بن صالح، حدثنا ابن أبى فديک، عن على بن عمر بن على، عن أبيه، عن جده، قال :قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة فقال :يا معشر قريش، إنكم تحبون الماشية، فأقلوا منها؛ فإنكم أقل الأرض مطرا، واحترثوا فإن الحرث مبارک، وأكثروا فيه من الجماجم(المراسيل لابى داؤد، رقم الحديث ۵۴۰)

قال الالبانى: -(يا معشر قريش !إنكم تحبون الماشية، فأقلوا منها؛فإنكم بأقل الأرض مطرا، واحترثوا؛ فإن الحرث مبارک، وأكثروا فيه من الجماجم) . ضعيف.أخرجه أبو داود فى "المراسيل(۵۴۰)" ومن طريقه البيهقى فى "السنن (۱۳۸/۶) " وابن جرير أيضا -كما فى "كنز العمال(۱۲۹/۴) "من طريق ابن أبى فديک عن على بن عمر بن على عن أبيه عن جده قال: قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة، فقال: ...فذكره.وتابعه عبد العزيز بن محمد الدراوردى قال :أخبرنى الهيثم بن محمد بن حفص عن أبيه عن عمربن على بن حسين: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمر بتلک الجماجم أن تجعل فى الزرع من أجل العين.أخرجه أبو داود(۵۴۱) وابن جرير أيضا، والبزار فى "مسنده (۶۶۷/۲)" بيروت. والبيهقى، وقال: "هذا منقطع ."يعنى أنه معضل؛ لأن عمر بن على بن حسين من أتباع التابعين؛ كما فى "ثقات ابن حبان(۱۸۰/۷) "وغيره، وقال " :يخطء ."قلت :وإسناده عندى مضطرب؛ فإن البزار ليس عنده" :عن أبيه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس لئے اس عمل کوشرعی اعتبار سے سنت نہیں سمجھنا چاہئے، کوئی سنت سمجھے بغیر ویسے ہی یا کھیتی کو ضرر پہنچانے والے جانوروں وغیرہ کو متوحش کرنے اور بھگانے کے لئے یہ عمل کرے، تو حرج نہیں، بلکہ ایک انتظامی نوعیت کی چیز ہے۔ واللہ اعلم۔

نظر لگ جانے پر علاجِ نبوی

نظر لگ جانے کے بعد اس کے علاج کے لئے احادیث میں مختلف مسنون دعائیں اور تدبیریں آئی ہیں، جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

نظر لگنے پر دَم کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَمَرَنِی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَوْ أَمَرَ أَنْ یُّسْتَرْقٰی مِنَ الْعَیْنِ

(بخاری، رقم الحدیث ۵۲۹۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نظر لگنے پر دَم کرنے کا حکم فرمایا (بخاری)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾"؛ بل إنه جعل هذه الزيادة " -عن أبيه ... - "بعد قوله" :عن عمر بن على "، فصار الحديث عنده من مرسل على بن حسين، لكنه قال عقب الحديث ":لا نحفظه عن النبى صلى الله عليه وسلم من وجه متصل إلا بهذه الرواية عن على رضى الله عنه ." وهذا يعنى أن عمر هذا هو ابن على بن أبى طالب، وأن أباه على بن أبى طالب، ولذلک جعله متصلا ...وهو وهم منه !فإنه عمر بن على بن حسين؛ كما وقع فى سند الحديث عند جميعهم إلا البزار .ونحو هذا الوهم قول المعلق على الطريق الأولى من "المراسيل ":"وعلى بن عمر هو على بن عمر بن الحسين بن على بن أبى طالب الهاشمى ." فالظاهر أنه سقط من قلمه: (ابن على) بين :(عمر) و :(ابن الحسين) ، وإلا؛ صار الحديث مسندا؛ لأن (الحسين بن على بن أبى طالب) ؛ صحابى كما هو معلوم . ومن الاضطراب المشار إليه أنه وقع عند أبى داود " :القاسم بن محمد بن حفص ... "مكان" :الهيثم بن محمد !" ...وليس ذلک خطأ مطبعيا؛ فقد ترجم فى "التهذيب "للقاسم بن محمد هذا وأبيه، وأشار أن لهما هذا الحديث فى "مراسيل أبى داود ."وقال فى كل منهما فى "التقريب ":" "مجهول ." ومن الغريب قول ابن جرير عقب الطريق الأولى":هذا خبر عندنا صحيح سنده؛ إن كان عمر بن على هذا هو عمر بن على بن أبى طالب، ولم يكن :عمر بن على بن الحسين بن على بن أبى طالب؛ فإنى أظنه عمر بن على بن الحسين، وذلک أنه قد روى عنه بعضه مرسلا ."قلت :يشير إلى طريق الهيثم هذه. والهيثم هذا مجهول أيضا؛ كما قال ابن أبى حاتم عن أبيه .وقال ابن حبان فى "الضعفاء(۳/۹۲) "منكر الحديث على قلته، لا يجوز الاحتجاج به؛ لما فيه من الجهالة، والخروج عن حد العدالة إذا وافق الثقات، فكيف إذا انفرد بأوابد طامات ." ولهذا قال الهيثمى فى "مجمع الزوائد(۵/۱۰۹)"رواه البزار، وفيه الهيثم بن محمد بن حفص؛ وهو ضعيف، ويعقوب بن محمد الزهرى؛ ضعيف أيضا ." قلت :هو متابع عند سائر مخرجيه من غير واحد؛ فالعلة من الهيثم وأبى(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۲۰۱۹)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى فِيْ بَيْتِهَا جَارِيَةً فِيْ وَجْهِهَا سَفْعَةٌ فَقَالَ اِسْتَرْقُوْا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ(بخاری،رقم الحديث ۵۲۹۸، كتاب الطب، باب رقية العين)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں ایک بچی کے چہرے پر شیطانی اثرات دیکھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو دَم کرو، کیونکہ اس کو نظر لگی ہوئی ہے (بخاری)

حضرت عبید بن رفاعہ زُرقی سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَيْسٍ قَالَتْ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ وَلَدَ جَعْفَرٍ تُسْرِعُ إِلَيْهِمُ الْعَيْنُ أَفَأَسْتَرْقِيْ لَهُمْ؟ فَقَالَ :نَعَمْ، فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ(سنن الترمذی،رقم الحديث ۲۰۵۹، ابواب الطب،باب ما جاء في الرقية من العين)

ترجمہ: حضرت اسماء بنتِ عُمیس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! جعفر کے بچوں کو بڑی جلدی نظر لگ جاتی ہے، کیا میں ان کو دَم کر دیا کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں، کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جاتی، تو وہ نظر لگنا ہوتی (ترمذی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۹۹۰۸، سنن الترمذی، رقم الحديث ۱۹۹۰۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظر لگنے یا بخار ہونے میں ہی دَم کرنا ہوتا ہے (مسند احمد، ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْعَيْنِ وَالْحُمَةِ وَالنَّمْلَةِ(مسلم،رقم الحديث ۲۱۹۶"۵۸" كتاب السلام)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر لگنے اور بخار اور پھوڑے پھنسی میں دَم کرنے کی اجازت دی (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

Idara Ghufran

رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -فِي الرُّقْيَةِ مِنْ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ (سنن ابنِ ماجه،رقم الحديث ۳۵۱۷،كتاب الطب، باب رقية الحية و العقرب)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپ اور بچھو کے کاٹنے پر دَم کی اجازت دی (ابنِ ماجہ)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ نظرِ بد کے لئے بطورِ خاص اور بعض دوسری چیزوں پر دَم کرنے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے۔

نظر لگنے پر معوذتین سے دَم کرنا سنت ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَانِّ وَعَيْنِ الْإِنْسَانِ حَتّٰى نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ فَلَمَّا نَزَلَتَا أَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَا سِوَاهُمَا (سنن الترمذى،رقم الحديث ۱۹۸۴،كتاب الطب،،باب ما جاء فى الرقية بالمعوذتين)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنات اور انسانوں کی نظر لگنے سے (اللہ کی) پناہ (وحفاظت) مانگتے تھے، یہاں تک کہ معوذتین (یعنی سورہ فلق وسورہ ناس) نازل ہوگئیں، ان دوسورتوں کے نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (نظرِ بد سے حفاظت کے لئے) ان دونوں سورتوں کو اختیار کرلیا، اور ان کے علاوہ اور چیزوں کو چھوڑ دیا (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ سورہ فلق اور سورہ ناس کے نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نظرِ بد سے حفاظت کے لئے عام طور پر ان دونوں سورتوں کو پڑھا کرتے تھے، کیونکہ ان دونوں سورتوں میں نظرِ بد سے حفاظت کی بہت زیادہ تاثیر ہے، اور اسی وجہ سے ان دونوں سورتوں کا بطورِ خاص حدیث میں ذکر کیا گیا ہے۔

اور دوسری احادیث میں سورہ فاتحہ کے ذریعہ سے بھی دَم کرنے کا ذکر ہے۔

لہٰذا سورہ فاتحہ کے ذریعہ سے دَم کرنا بھی درست ہے۔

اس کے علاوہ نظر وغیرہ لگ جانے پر دوسری دعاؤں کے ذریعہ سے دَم کرنا بھی کئی احادیث سے ثابت ہے، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

لیکن چونکہ معوذتین (یعنی سورہ فلق اور سورہ ناس) میں اصولی طور پر ہر مخلوق کے شر سے تعوذ وحفاظت کا سامان ہے، جس میں زندہ مخلوق بھی داخل ہے، اور جمادات والی مخلوق بھی داخل ہے، مثلاً بدن یا مال یا دنیا

Idara Ghufran

یا دین میں کسی طرح کا شر پیدا ہونا، جس میں آگ میں جلنا اور زہر کا نقصان بھی داخل ہے، اور اس کے علاوہ جادو اور شیاطین وجنات اور انسانوں کے نقصان سے حفاظت کے لئے بھی یہ دونوں سورتیں مؤثر ہیں، اور ان دونوں سورتوں کے ذریعہ تعوذ حاصل کرنے اور ان سے دَم کرنے کا نفع اور فائدہ دوسری دعاؤں کے مقابلہ میں عام ہے، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مختلف چیزوں سے تعوذ اور حفاظت اور دَم کرنے کے لئے عام طور پر ان دوسورتوں کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

(کذا فی: دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین، ج۶ ص ۴۹۶، کتاب الفضائل، باب فی الحث علی سور، فیض القدیر للمناوی، تحت حدیث رقم ۶۹۷۳)

(جاری ہے......)

Idara Ghufran

مقالات ومضامین (جنت کے قرآنی مناظر:۲۹) مفتی محمد امجد حسین

عرش والے فرشتوں کی مومنوں کیلئے دخولِ جنت کی دعا

حاملینِ عرش یعنی عرش اٹھانے والے فرشتے اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح، مناجات کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کے لئے استغفار، آفات سے حفاظت اور دخولِ جنت کی دعا بھی کرتے ہیں جس کا ذکر سورہ غافر (مومن) کی ذیل کی آیات میں ہے، ہم ان فرشتوں کے متعلق ان آیات کے تحت ذرا تفصیل سے گفتگو کریں گے:

اَلَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ .

رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ.

وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَه وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

(سورة الغافر، رقم الآية ۷ الى ۹)

ترجمہ: جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اسکے گرداگرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں (یعنی فرشتے) وہ اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومنوں کیلئے بخشش مانگتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے تو جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے راستے پر چلے ان کو بخش دے اور دوزخ سے بچالے۔ اے ہمارے پروردگار ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور جو انکے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور انکی اولاد میں سے نیک ہوں ان کو بھی بیشک تو غالب حکمت والا ہے۔ اور انکو عذابوں سے بچائے رکھ اور جس کو تو اس روز عذابوں سے بچالے تو بیشک اس پر مہربانی فرمائی اور یہی بڑی کامیابی ہے

(سورہ غافر)

Idara Ghufran

حاملین عرش فرشتوں کی تعداد، حالات، جسامت، ضخامت

عرش کو اٹھانے والے فرشتے کتنے ہیں؟ ذیل کی آیت میں قیامت کے دن ان کی آٹھ تعداد بیان ہوئی ہے

وَالْمَلَکُ عَلَى أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ (سورة الحاقة، رقم الآية ۱۷)

ترجمہ:اور فرشتے اس کے کناروں پر اتر آئینگے اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہونگے (سورہ حاقہ)

ان حاملین عرش فرشتوں کی عظیم ضخامت ذیل کی حدیث میں کچھ اس طرح بیان ہوئی ہے:

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَالَ : كُنْتُ فِي الْبَطْحَاءِ فِي عِصَابَةٍ فِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرَّتْ بِهِمْ سَحَابَةٌ، فَنَظَرَ إِلَيْهَا، فَقَالَ :مَا تُسَمُّونَ هَذِهِ؟ قَالُوا :السَّحَابَ، قَالَ :وَالْمُزْنَ قَالُوا :وَالْمُزْنَ، قَالَ :وَالْعَنَانَ قَالُوا :وَالْعَنَانَ "قَالَ أَبُو دَاوُدَ :لَمْ أُتْقِنِ الْعَنَانَ جَيِّدًا قَالَ :هَلْ تَدْرُونَ مَا بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ؟ قَالُوا :لَا نَدْرِي، قَالَ :إِنَّ بُعْدَ مَا بَيْنَهُمَا إِمَّا وَاحِدَةٌ أَوِ اثْنَتَانِ أَوْ ثَلَاثٌ وَسَبْعُونَ سَنَةً، ثُمَّ السَّمَاءُ فَوْقَهَا كَذَلِكَ حَتَّى عَدَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ ثُمَّ فَوْقَ السَّابِعَةِ بَحْرٌ بَيْنَ أَسْفَلِهِ وَأَعْلَاهُ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ، ثُمَّ فَوْقَ ذَلِكَ ثَمَانِيَةُ أَوْعَالٍ بَيْنَ أَظْلَافِهِمْ وَرُكَبِهِمْ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ، ثُمَّ عَلَى ظُهُورِهِمُ الْعَرْشُ مَا بَيْنَ أَسْفَلِهِ وَأَعْلَاهُ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ، ثُمَّ اللَّهُ تَبَارَکَ وَتَعَالَى فَوْقَ ذَلِکَ (ابو داود، رقم الحديث ۴۷۲۳)

ترجمہ:حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں بطحاء میں ایک جماعت کے ساتھ تھا جس میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی موجود تھے کہ بادل کا ایک ٹکڑا گذرا آپ نے اس کی طرف دیکھا پھر فرمایا کہ تم اسے کیا نام دیتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ بادل آپ نے فرمایا کہ مزن (بھی کہتے ہو؟) کہا جی ہاں۔آپ نے فرمایا کہ عنان بھی کہتے ہو کہا جی ہاں عنان بھی۔امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ مجھے عنان کے بارے

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

میں صحیح یقین نہیں ہے آپ نے فرمایا تم جانتے ہو زمین وآسمان کے درمیان کتنی مسافت ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم نہیں جانتے آپ نے فرمایا بیشک زمین وآسمان کے درمیان، اکہتر، یا بہتر، یا تہتر سال کی مسافت کا فاصلہ ہے پھر اس کے اوپر دوسرا آسمان بھی اتنے فاصلہ پر ہے یہاں تک کہ آپ نے ساتوں آسمان شمار فرمائے پھر ساتویں آسمان کے اوپر ایک دریا ہے جس کی تہہ اور سطح کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پھر اس کے اوپر آٹھ فرشتے (بصورت) بکروں کے ہیں جن کے کھروں اور پیٹھوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پھر ان کی پیٹھوں پر عرش الٰہی رکھا ہوا ہے جس کے اوپر اور نچلے کناروں کے درمیان ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ ہے پھر اللہ اس عرش پر ہیں (ابوداؤد)

واضح رہے کہ قیامت سے پہلے حاملین عرش فرشتوں کی تعداد بعض روایات میں چار بیان ہوئی ہے، ان حاملینِ عرش فرشتوں کی تسبیح کے الفاظ بھی روایات میں بیان ہوئے ہیں، اور ان کی کثرت اور غیر معمولی جسامت وضخامت بھی۔ [1] اور ایک قول قیامت سے پہلے بھی ان کے آٹھ ہونے کا ہے۔ [2]

عرش کے اردگرد کے فرشتے (ومن حولہ)

حاملین عرش فرشتوں کے علاوہ غافر کی اس مذکورہ آیت میں ''ومن حولہ'' کے لفظ سے عرش کے اردگرد کے فرشتوں کا بھی ذکر ہے اور عرش کے اردگرد کے ان فرشتوں کا ذکر آیات اور روایات میں الگ سے مستقلاً

---

[1] والملائكة تحمل عرشه يومئذ ثمانية وهم اليوم أربعة أقدامهم على تخوم الأرض السفلى والأرضون والسماوات إلى حجزهم والعرش على مناكبهم لهم زجل بالتسبيح فيقولون :سبحان ذى العزة والجبروت سبحان ذى الملك والملكوت سبحان الحى الذى لا يموت سبحان الذى يميت الخلائق ولا يموت سبوح قدوس رب الملائكة والروح سبحان ربنا الأعلى الذى يميت الخلائق ولا يموت فيضع عرشه حيث يشاء من الأرض ثم يهتف سبحانه بصوته فيقول عز وجل :يا معشر الجن والإنس إنى قد أنصت لكم منذ يوم خلقتكم إلى يومكم هذا أسمع قولكم وأبصر أعمالكم فانصتوا إلى فإنما هى أعمالكم وصحفكم تقرأ عليكم فمن وجد خيرا فليحمد الله تعالى ومن وجد غير ذلك فلا يلومن إلا نفسه الحديث (روح المعانى، ج۱۲ ص ۲۹۰)

[2] وفى الآية مسائل: المسألة الأولى :أنه تعالى حكى عن نوعين من فرق الملائكة هذه الحكاية : القسم الأول :الذين يحملون العرش وقد حكى تعالى أن الذين يحملون العرش يوم القيامة ثمانية، فيمكن أن يقال الذين يحملون فى هذا الوقت هم أولئك الثمانية الذين يحملونه يوم القيامة، ولا شك أن حملة العرش أشراف الملائكة وأكابرهم.......(تفسيرِ كبير للرازى، ج۲۷، ص ۴۸۷)

Idara Ghufran

بھی آیا ہے، مثلاً یہ آیت۔

وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (سورة الزمر، رقم الآية ۷۵)

ترجمہ: تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد گھیرا باندھے ہوئے ہیں (اور) اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ [1]

---

[1] وقيل حول العرش سبعون ألف صف من الملائكة يطوفون به مهللين مكبرين ومن ورائهم سبعون ألف صف قيام قد وضعوا أيديهم على عواتقهم رافعين أصواتهم بالتهليل والتكبير ومن ورائهم مائة ألف صف قد وضعوا الأيمان على الشمائل، ما منهم أحد إلا ويسبح بما لا يسبح به الآخر، هذه الآثار نقلتها من الكشاف .

وأما القسم الثاني :من الملائكة الذين ذكرهم الله تعالى فى هذه الآية فقوله تعالى :ومن حوله والأظهر أن المراد منهم ما ذكره فى قوله وترى الملائكة حافين من حول العرش يسبحون بحمد ربهم (الزمر 75 :) وأقول العقل يدل على أن حملة العرش، والحافين حول العرش يجب أن يكونوا أفضل الملائكة..............(تفسيرِ كبير للرازى، ج۲۷، ص ۴۸۷)

وقيل :حول العرش سبعون ألف صف من الملائكة يطوفون به مهللين مكبرين ومن ورائهم سبعون ألف صف قيام قد وضعوا أيديهم على عواتقهم رافعين أصواتهم بالتهليل والتكبير ومن ورائهم مائة ألف صف قد وضعوا الأيمان على الشمائل ما منهم أحد إلا وهو يسبح بما لا يسبح به الآخر .وذكر فى كثرتهم أن مخلوقات البر عشر مخلوقات البحر والمجموع عشر مخلوقات الجو والمجموع عشر ملائكة السماء الدنيا والمجموع عشر ملائكة السماء الثانية وهكذا إلى السماء السابعة والمجموع عشر ملائكة الكرسى والمجموع عشر الملائكة الحافين بالعرش، ولا نسبة بين مجموع المذكور وما يعلمه الله تعالى من جنوده سبحانه وما يعلم جنود ربك إلا هو روح المعانى، ج۱۲، ص ۲۹۹)

Idara Ghufran

مقالات ومضامین (بسلسلہ دفاعِ پاکستان قسط:۶) مفتی محمد امجد حسین

اسلام کی بنیاد پر یہ ملک بنا ہے

خواجہ ناظم الدین کے عہد میں دستور کو اسلامیانے کی جدوجہد

16 اکتوبر 1951ء کو وزیراعظم لیاقت علی خان کی شہادت کا سانحہ پیش آیا۔ ان کے بعد خواجہ ناظم الدین وزیراعظم بنے (جو پہلے گورنر جنرل تھے، اب ان کی جگہ غلام محمد گورنر جنرل بنے) حالات کی اس طرح اچانک تبدیلی سے اہل اقتدار کو دستور کو اسلامیانے کے حوالہ سے مزید پس وپیش کرنے اور روگردانی کا موقعہ ملا اور اچھا بہانہ ہاتھ آ گیا۔ اس امر کو محسوس کرتے ہی اکابر علماء بھی حرکت میں آ گئے اور عوامی سطح پر حکومت کو متنبہ کرنے لگے کہ دستور اور سسٹم کو اسلامیانے کے عمل سے انحراف کا نتیجہ کچھ اچھا نہ ہوگا۔ چنانچہ حالات کے تیور بھانپ کر وزیراعظم خواجہ ناظم الدین نے اکابر علماء کو دعوت نامے جاری کئے کہ 19 نومبر 52ء کو وزیراعظم ہاؤس پہنچیں تاکہ دستور جو اسمبلی میں پیش ہونے جا رہا ہے اس کے متعلق غور وخوض اور مشاورت ہو سکے۔

حکومت اور علماء کے مذاکرات

وزیراعظم کی دعوت پر 19 نومبر کو درج ذیل علماء پرائم منسٹر ہاؤس پہنچے۔

مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی محمد حسن امرتسری (جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور)، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب، خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا اطہر علی، مولانا خیر محمد جالندھری (جامعہ خیر المدارس ملتان)، مولانا شمس الحق فریدپوری، مولانا داؤد غزنوی، مفتی دین محمد اور مولانا عبد الحق (جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک)

حکومت کی طرف سے وزیراعظم خواجہ ناظم الدین، اسپیکر مولوی تمیز الدین، گورنر سردار عبد الرب نشتر اور دیگر تھے۔ علماء کی طرف سے سسٹم کو اسلامیانے کے حوالے سے اپنے موقف کی کھل کر وضاحت ہوئی۔ سپیکر مولوی تمیز الدین کی طرف سے بعض تحفظات واشکالات پیش کئے گئے، علماء کی طرف سے خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق تھانوی نے ان اشکالات کا مفصل ومدلل حل پیش کیا۔ بالآخر وزیراعظم نے کہا کہ آپ بے فکر رہیں، ان شاء اللہ علماء اور عوام کی خواہش کے مطابق دستور بنایا جائے گا۔

Idara Ghufran

اس پر مولانا ادریس کاندھلوی نے فرمایا (وزیر اعظم صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے) ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ناظمِ دین بنائے۔ اس کے بعد حکومت کی جانب سے اعلان کیا گیا کہ علماء کی مرتّبہ دستوری سفارشات 22 دسمبر کو اسمبلی میں پیش کی جائیں گی۔

بعض طے شدہ شقوں میں ترمیم پر علماء کا اقدام

پھر 22 دسمبر کو جو دستوری خاکہ اسمبلی میں پیش کیا گیا اس میں بعض طے شدہ نکات میں ترمیم کی گئی تھی (مثلاً دستور ساز اسمبلی کے لئے قرآن کے ساتھ سنت کی پابندی کا ذکر حذف کر دیا گیا تھا) جس پر مولانا احتشام الحق تھانوی نے 11 جنوری 53ء کو کراچی میں پھر اکابر علماء کا ایک اجلاس بلایا۔ جس میں سید سلیمان ندوی، مفتی محمد حسن، مولانا داؤد غزنوی اور دیگر اکابر علماء شریک ہوئے، اس اجلاس کی نو نشستیں ہوئیں۔ جن میں چند اہم ترمیمات کے بعد اسمبلی میں پیش شدہ نئے دستور کی تائید و توثیق کی گئی۔

غلام محمد گورنر جنرل کا جمہوریت پر شب خون

دوسری طرف گورنر جنرل غلام محمد نے جب دیکھا کہ اسمبلی نے گورنر جنرل کے اختیارارت کم کر دیئے اور علماء کے مرتب کردہ دستوری نکات کی اسمبلی سے منظوری ہونے والی ہے تو انہوں نے پہلے 17 اپریل 1953ء کو خواجہ ناظم الدین اور ان کی کابینہ کو برطرف کر دیا اور بعد میں 24 اکتوبر 1954ء کو اسمبلی بھی تحلیل کر دی جس کے خلاف اسپیکر مولوی تمیز الدین نے سندھ ہائی کورٹ میں رٹ دائر کی اور عدالت عالیہ نے اسپیکر کے حق میں فیصلہ دیا۔ [۱]

نظریہ ضرورت کا تاریخ سوز ہتھیار

لیکن گورنر جنرل نے فیڈرل کورٹ میں اپیل کی جس پر چیف جسٹس منیر نے نظریہ ضرورت کی بنیاد پر آئین ساز اسمبلی کی تحلیل درست قرار دیدی۔ [۲]

---

[۱] سندھ ہائی کورٹ کے اس وقت چیف جسٹس کانسٹائن تھے۔ یہ فیصلہ متفقہ تھا چیف جسٹس کے ساتھ تین دیگر ججز تھے۔ عدالت عالیہ نے گورنر جنرل کے اسمبلی توڑنے، نئی حکومت بنانے اور کابینہ تشکیل دینے کے اقدامات کو غلط قرار دیا کیونکہ اسے اسمبلی توڑنے کا اختیار ہی نہ تھا۔

[۲] منیر 30 جون 54ء تا 2 مئی 60ء چیف جسٹس رہے۔ فیڈرل کورٹ میں اس کیس کی سماعت چیف جسٹس منیر، جسٹس اے ایس ایم اکرم، اے آر کارنیلس، جسٹس محمد شریف، جسٹس محمد ایس اے رحمان نے کی، چیف جسٹس اور اس کے رفقاء نے نظریہ ضرورت ایجاد کر کے گورنر جنرل کو با اختیار ہونے کا سرٹیفکیٹ دیدیا۔ اس فیصلہ نے پاکستان کی آئندہ کی تاریخ کو ایک خاص رخ پر ڈال دیا یعنی ’’جس کی لاٹھی اس کی بھینس‘‘، اور عدلیہ کی آزادی پر بھی سوالیہ نشان کھڑا کر دیا۔

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جسٹس منیر کے اس اقدام پر کہنے والے نے سچ ہی کہا تھا کہ اب پاکستان کا اللہ حافظ ہے۔ [1]

عدالت عظمیٰ کے ایک غیر مسلم جج کا کلمۂ حق

عدالت عظمیٰ کے جسٹس منیر کے ماتحت بنچ میں سے صرف جسٹس اے آر کارنیلس نے نظریہ ضرورت کے اس فیصلے سے اختلاف کیا اور سندھ ہائی کورٹ کے فیصلے کو درست قرار دیا، انہوں نے اپنے فیصلے میں لکھا ''میں دستور ساز اسمبلی کو گورنر جنرل سے بالاتر سمجھتا ہوں اس کے دو سبب ہیں، الف۔ پارلیمنٹ گورنر جنرل سے بالاتر ادارہ ہے۔ب۔ گورنر جنرل کو اسمبلی کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق کام کرنا ہے۔ان دونوں وجوہ کی بناء پر اسمبلی کو آئین میں ترمیم کا اختیار بھی حاصل ہے جبکہ گورنر جنرل کو اسمبلی تحلیل کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔

1956ء کا دستور

غلام محمد نے 53ء میں ناظم الدین اور اس کی کابینہ کو برطرف کرنے کے بعد محمد علی بوگرہ کو وزیر اعظم بنایا تھا،

---

[1] جسٹس منیر کے اس تاریخ ساز فیصلے پر اس وقت ایک قانون دان نے کہا تھا کہ اب پاکستان کا اللہ ہی حافظ ہے، اس نظریہ ضرورت کا ہتھیار پھر استعمال کرنے والوں نے خوب استعمال کیا۔ طالع آزماؤں کی مہم جوئی پھر اپنے ملک کو ہی فتح کرنے کی صورت میں ہوتی رہی۔ جمہوریت کی بساط لپیٹ کر، آئین کو معطل کر کے اسی نظریہ ضرورت کی چھتری کے نیچے وہ پناہ لیتے رہے اور اپنے خلافِ آئین اقدامات کو سندِ جواز دیتے رہے۔ گورنر جنرل کی اس معاملے میں جسٹس منیر کے ساتھ اندرونِ خانہ ساز باز ہو چکی تھی، (اس دور کے منظر نامہ کے لئے دیکھئے شہاب نامہ، مصنف، قدرت اللہ شہاب) نظریہ پاکستان نیز بانیان پاکستان کی امنگوں اور قوم کی آرزوؤں کے برخلاف پاکستان کے سسٹم و نظام اور آئین و دستور کو ہائی جیک کر کے ملک کو غلط رخ پر ڈالنے کے لئے جولا دین مافیا شروع سے ہی سرگرم رہا ہے، گورنر جنرل غلام محمد اور سکندر مرزا اس گروہ کے سرخیل تھے جن کے ہاتھ میں بدقسمتی سے ملک کی باگ ڈور آ گئی تھی، اس ملک اور قوم کو اور یہاں کے سسٹم و نظام کو ان طالع آزماؤں کے ہاتھوں جو چرکے لگے اس سے یہ ملک اور قوم آج تک سنبھل نہ سکی، تاریخ نے بھی ان دونوں کو پھر معاف نہیں کیا، مکافاتِ عمل کا قانون قدرت ان پر اس طرح جاری ہوا کہ غلام محمد کا دماغ سٹھیا گیا تھا۔ فالج سے منہ ٹیڑھا ہو گیا تھا جس سے رال ٹپکتی رہتی تھی، ایوان صدر میں اس کی حرکتیں آخری سالوں میں، بے ہودہ، ابنارمل قسم کی عجیب وغریب تھیں، آخر کار اسے ایوان اقتدار سے الگ کرانا پڑا اور جب مرا تو اس کی قبر بانی پاکستان کے مقبرے میں بنانے کی کوشش کی گئی، جس کو بانی پاکستان کے مخلص وفاداروں نے ناکام بنایا، آخر کراچی کے گورا قبرستان میں امانتاً دفن کیا گیا بعد میں جب منتقل کرنے کے لئے قبر کھودی گئی تو سنا ہے کہ وہاں عذاب کے دلدوز مناظر تھے، جس پر مجبوراً اسی طرح بند کر دی گئی (البلاغ کراچی، ستمبر 2014ء)، آج بھی اس کی قبر کراچی کے گورا قبرستان میں ہے۔ ؎ دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو۔

اور سکندر مرزا جس نے پاکستان کے آئین کی کتاب کو ایش ٹرے سے حقارتاً اور تکبراً تشبیہ دی تھی اور آئے دن اسمبلیاں بنانا اور توڑنا جس کا مشغلہ تھا، اس کے لگائے گئے مارشل لاء سے ایوب خان نے فائدہ اٹھایا اور اسے برطانیہ جلاوطن کر دیا۔ جہاں پر ہوٹلوں پر ویٹر کی نوکری کرتا رہا۔ مرا تو ایران میں دفن ہوا۔ سنا ہے کہ انقلاب ایران کے بعد انقلابیوں کو سامراج کے اس ایجنٹ کی قبر اپنی سرزمین پر برداشت نہ ہوئی تو قبر اکھاڑ کر ہڈیاں دریا بُرد کر دیں۔ واللہ اعلم

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

انہی کے دور میں اکتوبر 54ء میں پہلی دستور ساز اسمبلی غلام محمد نے توڑی۔ جولائی 55ء میں دوسری دستور ساز اسمبلی کا قیام عمل میں آیا، 11 اگست 55ء کو غلام محمد نے بوگرہ کو برطرف کر دیا بوگرہ اپنے پورے دور حکومت میں دستور نہ بنا سکے، بوگرہ کے بعد چوہدری محمد علی دوسری دستور ساز اسمبلی کے وزیر اعظم بنے، ان کے عہد میں دستور ساز اسمبلی نے سارے دستوری کام کا جائزہ لیا، اور کچھ ترمیمات کے بعد 8 جنوری 1956ء کو چوہدری محمد علی وزیر اعظم پاکستان نے اسے منظوری کے لئے دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا، جسے اسمبلی نے 29 فرور 1956ء کو حتمی شکل میں منظور کر لیا جو 23 مارچ 56ء کو نافذ العمل ہوا، اس طرح 47ء میں آزاد ہونے والے ملک کو 56ء میں پہلا باضابطہ دستور ملا۔ اس دستور کی مناسبت سے اس سال کے 23 مارچ کو یوم جمہوریہ کے نام سے منایا گیا۔ [۱]

دستور پر تبصرہ

56ء کا دستور اگرچہ سابقہ متفقہ دستور نہیں تھا جو علماء کے بائیس دستوری نکات کو سموئے ہوئے تھا، جس کے لئے عوام، علماء اور ملک کے دینی طبقوں نے تگ ودو اور جدوجہد کی تھی تاہم یہ کافی حد تک انہی اصولوں سے ہم آہنگ تھا، اسی دستور کے تحت لفظ اسلام پاکستان کے نام کا جزو بنا، یعنی مملکت کا یہ نام قرار پایا ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' اس سے پہلے صرف جمہوریہ پاکستان کہا جاتا تھا، اس دستور میں بعض چیزیں ملک کے اسلامی تشخص اور نظریہ پاکستان کے لحاظ سے بڑی عجیب تھیں۔ مثلاً مذہب کی تبدیلی کا اختیار دیا گیا تھا، (جو ارتداد کا چوپٹ دروازہ کھولتا ہے)۔ پرسنل لاء میں قرآن وسنت کی پابندی کی بجائے خودرائی کی راہ اختیار کرنے کی چھوٹ دی گئی تھی (جو الحاد کا چور دروازہ ہے)۔

سکندری مارشل لاء

اکتوبر 55ء میں غلام محمد معزول کر دیئے گئے اور سکندر مرزا گورنر جنرل بنے، 23 مارچ 56ء کو نئے آئین کے نفاذ کے ساتھ آئین کے تحت یہ صدر بنے (نئے آئین میں گورنر جنرل کی بجائے صدر کا منصب تھا) اکتوبر 58ء میں سکندر مرزا نے فوج کے سربراہ ایوب خان کی مدد سے مارشل لاء لگا کر آئین کو معطل کر دیا۔

---

[۱] یہ دستور 7 اکتوبر 58ء کو مارشل لاء تک رہا۔ پھر معطل ہو گیا۔ دوسرا آئین 8 جون 62ء کو ایوب کے دور میں بنا جس میں ایک آمر کی روح سمائی ہوئی تھی اور لادینیت کی راہیں ہموار کی گئی تھیں، یہ 29 مارچ 69ء کو یحییٰ کے مارشل لاء تک رہا۔ تیسرا آئین 14 اگست 73ء کو بھٹو مرحوم کی حکومت میں بنا جو بہت سی ترمیموں سے گزر کر آج تک نافذ ہے۔ حال ہی میں اس میں اکیسویں ترمیم ہوئی ہے۔ امجد۔

Idara Ghufran

خدا کی بے آواز لاٹھی اس پر یوں گھومی کہ 20 دن بعد ایوب خان نے 27 اکتوبر کو اقتدار پر قبضہ کر کے اسے گرفتار کرلیا اور پہلے کوئٹہ پھر وہاں سے لندن جلاوطن کر دیا، گویا کہ جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے اقتدار کی جنگ زرگری کا معاملہ پہلے سے ہی عدلیہ کے پاس تھا کہ اب مارشل لاء کی صورت میں ایک بڑا ڈراپ سین ہوا۔ اس مرتبہ بھی نظریہ ضرورت والے جسٹس منیر کی سربراہی میں اے آر کارنیلس، جسٹس امیرالدین اور جسٹس شہاب الدین تھے، اس مارشل لاء کے حوالے سے مقدمہ ''مملکت بنام دوسو'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا فیصلہ دیتے ہوئے جسٹس منیر نے کہا کہ ''قومی بغاوت کامیاب اور آزمائش پر پوری اتر چکی ہے، صدر سکندر مرزا کی جانب سے جاری کیا گیا فرمان ایک انقلاب کے مترادف ہے، ہر کامیاب انقلاب کو بین الاقوامی سطح پر تسلیم کیا جاتا ہے ایسا انقلاب از خود قانون ساز ادارے میں بدل جاتا ہے''۔ 27 اکتوبر کو یہ فیصلہ ہو کر سکندر مرزا کے مارشل لاء کو سندِ جواز ملی، اسی دن فیلڈ مارشل ایوب خان نے اقتدار پر قبضہ کر کے سکندر مرزا کا پتہ صاف کر دیا۔ (جاری ہے)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مقالات ومضامین (بسلسلہ: آداب تجارت) مفتی منظور احمد

معاملے پر گواہ بنانا

خرید وفروخت کا معاملہ ہو یا قرض کا، امانت کا ہو یا کرائے کا یا اس کے علاوہ کسی بھی لین دین کا اس کے بارے میں شریعت کی ایک ہدایت یہ ہے کہ اسے تحریر کرلیا جائے جس کے بارے میں ان صفحات میں گذارشات پیش کی جاچکی ہیں شریعت کی دوسری ہدایت یہ ہے کہ اس پر گواہ بنالیے جائیں، کیونکہ عموماً ہوتا یہ ہے کہ معاملہ کرتے وقت آپس میں دوستی اور اچھے تعلقات ہوتے ہیں لیکن بعد میں تعلقات اس طرح کے نہیں رہتے یا نوبت دشمنی تک جاپہنچتی ہے یا دینے والے کی نیت خراب ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے جس فریق کے ذمہ ادائیگی ہوتی ہے وہ انکار کر بیٹھتا ہے اور لینے والے فریق کے پاس کافی ثبوت ہونے کی وجہ سے وہ اپنا حق نہیں لے سکتا اور نہ ہی کسی مجاز ادارے سے رجوع کرسکتا ہے، نتیجتاً وہ اپنے حق سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور پریشانی کا شکار ہوجاتا ہے۔ اگر تحریر کے ساتھ گواہ بھی بنالیے جائیں تو معاملہ پختہ ہوجاتا ہے اور آسانی سے کسی فریق کے لیے اس سے مکرنا اور انکار کرنا ممکن نہیں رہتا۔

گواہوں کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ دو بااعتماد مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں، اس کی تفصیل قرآن کریم کی اس آیت میں یوں بیان کی گئی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَن يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِن كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا وَلَا تَسْأَمُوا أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا

Idara Ghufran

يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (سورۃ البقرۃ،رقم الآیات ۲۸۲، ۲۸۳)

ترجمہ: (اے ایمان والو! جب تم کسی معین میعاد کے لیے ادھار کا کوئی معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اور تم میں سے جو شخص لکھنا جانتا ہو انصاف کے ساتھ تحریر لکھے، اور جو شخص لکھنا جانتا ہو، لکھنے سے انکار نہ کرے، جب اللہ تعالیٰ نے اسے علم دیا ہے تو اسے لکھنا چاہیے، اور تحریر وہ شخص لکھوائے جس کے ذمے حق واجب ہو رہا ہو، اور اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرے جو اس کا پروردگار ہے اور اس (حق) میں کوئی کمی نہ کرے۔ ہاں اگر وہ شخص جس کے ذمے حق واجب ہو رہا ہے ناسمجھ یا کمزور ہو یا (کسی اور وجہ سے) تحریر نہ لکھوا سکتا ہو تو اس کا سرپرست انصاف کے ساتھ لکھوائے۔ اور اپنے میں سے دو مردوں کو گواہ بنالو، ہاں اگر دو مرد موجود نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے ہو جائیں جنہیں تم پسند کرتے ہو، تاکہ اگر ان دو عورتوں میں ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلادے۔ اور جب گواہوں کو (گواہی دینے کے لیے) بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔ اور جو معاملہ اپنی میعاد سے وابستہ ہو، چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، اسے لکھنے سے اکتاؤ نہیں، یہ بات اللہ کے نزدیک زیادہ قرین انصاف اور گواہی کو درست رکھنے کا بہتر ذریعہ ہے، اور اس بات کی قریبی ضمانت ہے کہ تم آئندہ شک میں نہیں پڑو گے۔ ہاں اگر تمہارے درمیان کوئی نقد لین دین کا سودا ہو تو اس کو نہ لکھنے میں تمہارے لیے کچھ حرج نہیں اور جب خرید وفروخت کرو تو گواہ بنالیا کرو اور نہ لکھنے والے کو کوئی تکلیف پہنچائی جائے نہ گواہ کو۔ اور اگر ایسا کرو گے تو یہ تمہاری طرف سے نافرمانی ہوگی۔ اور اللہ کا خوف دل میں رکھو۔ اللہ تمہیں تعلیم دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ اور اگر تم سفر پر ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو (ادائیگی کی ضمانت کے طور پر) رہن قبضے میں رکھ لیے جائیں۔ ہاں اگر تم ایک دوسرے پر بھروسہ کرو تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے وہ اپنی امانت ٹھیک

Idara Ghufran

ٹھیک ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا پروردگار ہے، اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو گواہی کو چھپائے وہ گناہ گار دل کا حامل ہے اور جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے)

ان آیات میں آپس کے خرید و فروخت اور لین دین کے معاملے کو لکھنے اور اس پر گواہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ اس میں لوگوں کے لیے مندرجہ ذیل فوائد ہیں:

(۱)......شریعت نے اپنے مال کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور اسے ضائع ہونے سے بچانے کی ترغیب دی ہے اور معاملے کے لکھنے اور اس پر گواہ بنانے میں مال کی ضائع ہونے سے حفاظت ہے۔

(۲)......بعض اوقات کسی معاملے میں اختلاف اور جھگڑا ہو جاتا ہے اگر اس کی تحریر اور گواہ موجود ہوں گے تو اس ان کی طرف رجوع کر کے اختلاف اور جھگڑا ختم کیا جا سکتا ہے۔

(۳)......اگر تحریر اور گواہ موجود ہوں تو اس صورت میں کسی فریق کے لیے دوسرے کے حق کا انکار مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ انکار کی صورت میں اسے ڈر ہوگا کہ اگر اس نے انکار کیا تو تحریر اور گواہوں کی بنیاد پر اس کی لوگوں کے سامنے رسوائی ہوگی، یا قانونی کارروائی ہوگی۔

(۴)......بعض اوقات کسی معاملے یا اس کے کسی جزء میں شک ہو جاتا ہے تو اگر تحریر موجود ہو یا اس پر کسی کو گواہ بنایا گیا ہو تو اس کی طرف رجوع کر کے اس شک کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

(۵)......انسان کی زندگی کا کوئی پتہ نہیں ہوتا ہو سکتا ہے کہ فریقین میں سے کسی ایک کی موت واقع ہو جائے، اگر تحریر اور گواہ موجود ہوں گے تو ورثاء کے لیے میت کا حق وصول کرنے اور اس کے ذمہ جو حق ہے اس کو ادا کرنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو مرنے والے کے حقوق کے لین دین میں بڑی مشکلات درپیش ہوتی ہیں، بعض اوقات کسی کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ میت نے کس سے کتنا حق وصول کرنا ہے، یا پتہ ہوتا ہے لیکن اس کا ثبوت نہیں ہوتا اور دوسرا فریق انکار کر دیتا ہے جس کی وجہ سے میت کا حق جو اب اس کے ورثاء کا حق بن گیا ہے وہ اس سے محروم ہو جاتے ہیں، اور بعض اوقات میت کے ذمہ جو حق واجب ہے اس کا پتہ نہیں ہوتا یا پتہ ہوتا ہے لیکن اس کے بارے میں کوئی ثبوت موجود نہیں ہوتا جس کی وجہ سے مدعی کا مطالبہ کچھ ہوتا ہے اور ورثاء کا کچھ ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور معاملہ عدالتوں کچہریوں تک پہنچ جاتا ہے اور ایک اختلاف اور پریشانیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، ان تمام خرابیوں کا آسان حل یہ ہے کہ کوئی بھی معاملہ کرتے ہوئے اسے تحریر میں لایا جائے اور اس پر گواہ بنا لیے

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جائیں۔

اسی وجہ سے بعض علماء کے نزدیک معاملات کوتحریر کرنا اور گواہ بنانا شرعاضروری ہے ایسانہ کرنے کی صورت میں انسان گناہ گار ہوتا ہے کیونکہ آیت میں اس کا حکم دیا گیا ہے اور نہ لکھنے اور گواہ نہ بنانے کی صورت میں اس کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔ چنانچہ امام ضحاک فرماتے ہیں یہ فرض ہے کہ معاملہ کرتے وقت اسے لکھا جائے اور اس پر گواہ بنائے جائیں ،جبکہ جمہور فقہاء کے نزدیک یہ ایک مستحب حکم ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے درمیان بہت معاملات ہوئے نہ ان کوتحریر کیا گیا اور نہ ہی ان پر کسی کو گواہ بنایا گیا، اگر ہر معاملے میں تحریر اور گواہی کوضروری قرار دیا جائے اس میں لوگوں کے لیے مشکل اور تنگی ہے اور لوگوں کوحرج، تنگی میں مبتلا کرنا شریعت کا مقصد نہیں بلکہ مقصود لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنا ہے۔

معاملات دوطرح کے ہیں ایک وہ معاملات جومعمولی ہوتے ہیں اوران کی اتنی زیادہ اہمیت نہیں ہوتی جیسے سبزی، گوشت اوراس طرح کی دیگر روزمرہ اشیاء کی خرید وفروخت ان میں تحریر اور گواہی کی ضرورت نہیں، کیونکہ ان میں تحریر اور گواہی کی وجہ سے فریقین کو بھی مشکل ہوتی ہے اور گواہوں کے لیے بھی تکلیف ہے اور اس طرح کے معاملات عام طور پر عدالتوں میں بھی نہیں جاتے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ معاملہ ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں تحریر یا گواہ میسر نہیں ہوتے ایسے موقع پر گواہ اور تحریر نہ بھی ہوتو بھی کوئی حرج نہیں چنانچہ بہت سے مواقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر اور گواہ کے بغیر بھی خرید وفروخت کا معاملہ کیا ہے۔

دوسری قسم ان معاملات کی ہے جو اہمیت کے حامل ہیں اوران میں بڑے مال وجائیداد کا سودا ہوتا ہے ان میں تحریر اور گواہی کا حکم ہے جیسے زمین کی خرید وفروخت ،عمارتوں کا کرائے پر لین دین ،گاڑیوں اور مشینریز کی خرید وفروخت وغیرہ اس طرح کے معاملات کی تحریر بھی ہونی چاہیے اور گواہی بھی، پھر تحریر اور گواہی ایسی ہونی چاہیے کہ اگر کل یہ معاملہ عدالت یا کسی مجاز ادارے میں جائے تو وہاں اس تحریر اور گواہی کو قبول کیا جائے، جیسے آج کل اسٹامپ پیپر ایک ایسی تحریر اور گواہی کا ثبوت ہوتا ہے جسے ہر جگہ قبول کیا جاتا ہے اس کی بنیاد پر دادرسی کی جاتی ہے اس لیے اسے اختیار کیا جائے۔ بعض اوقات لوگوں کو ایسی تحریر دے دی جاتی ہے جو عدالت یا مجاز ادارے کے ہاں قابل قبول نہیں ہوتی مثلا سادے پیپر پر، یا کسی کمپنی یا ادارے کے لیٹر پیڈ پر تحریر ہوتی ہے اس کی بنیاد پر اگر عدالت میں کیس دائر کیا جائے تو یا تو دعوی قبول نہیں

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہوتا یا ہوتا ہے لیکن اس میں مشکلات ہوتی ہیں، اس لیے تحریر اور گواہی کا طریق کار وہی اختیار کرنا چاہیے، جو قانون کے مطابق طے ہو۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جب کسی معاملے یا لین دین کی تحریر یا گواہی کا کہا جاتا ہے تو عموماً بعض لوگوں کا جواب یہ ہوتا ہے کہ ہم دوست اور بھائی ہیں ہم نے کون سا کسی کا حق مارنا ہے چنانچہ ان تعلقات کی وجہ سے تحریر یا گواہی کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور بعض اوقات اگر کسی فریق کی جانب سے اس طرح کا مطالبہ کیا جائے تو اس پر ناراضگی کا اظہار کیا جاتا ہے، لیکن یاد رکھیں کہ اس ہدایت کا مقصد معاملے کی صفائی ہے اور شریعت یہ کہتی ہے معاملہ اپنے باپ یا بھائی کے ساتھ ہو یا کسی اور قریبی عزیز کے ساتھ بھی کیا جائے تو وہ صاف ہونا چاہیے اس میں ایسا طرز عمل نہ اختیار کیا جائے جس کی وجہ سے بعد میں بدمزگی پیدا ہو، جب معاملہ صاف ہوتا ہے تو تعلقات میں بگاڑ پیدا نہیں ہوتا لیکن جب اس واضح ہدایت کی خلاف ورزی کی جاتی ہے اور معاملہ صاف نہیں ہوتا اور بعد میں جب کسی جانب سے دوسرے پر زیادتی ہوتی ہے تو وہی دو فریق جو ایک دوسرے کے بھائی بھائی اور دوست ہونے کے دعویدار ہوتے ہیں ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں اور ایک دوسرے کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔

Idara Ghufran

مقالات ومضامین (وضو کے مسائل واحکام: قسط ۵) مفتی محمد یونس

وہ امور جن کے لئے وضو کرنا مستحب ہے

وضو کی تیسری قسم مستحب ہے متعدد امور ایسے ہیں جن کے لئے وضو کرنا فرض، واجب اور ضروری تو نہیں مگر مستحب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کاموں کے لئے اگر کوئی شخص وضو کرلے تو اسے ثواب حاصل ہوگا اور اگر کوئی ان کو بلا وضو ہی کرلے تو گناہ نہیں ہوگا۔

وہ کام درج ذیل ہیں:

(۱)......سونے کے لئے لیٹنے سے پہلے وضو کرلینا مستحب ہے (اس کی تفصیل پچھلے شمارے میں تحریر ہو چکی ہے)

(۲)......نیند سے بیدار ہونے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے تاکہ فوراً پاکی حاصل ہوجائے۔

(۳)......وضو کی محافظت کے لئے یعنی ہر وقت باوضو رہنے کے لئے نیا وضو کرنا مستحب ہے اس کی تشریح یہ ہے کہ جب وضو ٹوٹ جائے اسی وقت پھر وضو کرلے تاکہ ہر وقت باوضو رہے۔

(۴)......وضو ہوتے ہوئے تازہ وضو کرنا کیونکہ یہ نور علی نور ہے، لیکن یہ اس وقت مستحب ہے جبکہ مجلس تبدیل ہوجائے یا پہلے وضو سے کوئی ایسی عبادت مقصودہ ادا کرلی ہو جس کے لئے وضو کرنا مشروع ہے (یعنی ثابت اور درست ہے) ورنہ یہ اسراف ہے۔

(۵)......غیبت، جھوٹ، چغلی، اور (کسی قسم کا صغیرہ یا کبیرہ) گناہ سرزد ہونے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے۔

(۶)......(برا) شعر پڑھنے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے (اور برا شعر وہ ہے جو حمد ونعت اور حکمت سے خالی ہو)۔

(۷)......نماز سے باہر قہقہہ کے ساتھ ہنسنے کے بعد وضو کرلینا مستحب ہے (یاد رہے کہ نماز کے اندر عاقل بالغ آدمی کے قہقہہ کے ساتھ ہنسنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں، نماز سے باہر قہقہہ کے ساتھ ہنسنے سے حنفیہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا لیکن تازہ وضو کرلینا مستحب ہے)

(۸)......میت کو غسل دینے کے لئے اور غسل دینے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے۔

(۹)......جنازہ اٹھانے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔

Idara Ghufran

(۱۰)......وضو ہوتے ہوئے ہر نماز کیلئے تازہ وضو کرنا مستحب ہے۔

(۱۱)......غسلِ جنابت وغسلِ حیض ونفاس سے پہلے وضو کرنا مستحب ہے۔ [1]

(۱۲)......جنبی شخص کے لئے کھاتے، پیتے وقت اور سوتے وقت، وضو کرنا مستحب ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنُباً، فَأَرَادَ أَنْ يَّنَامَ، أَوْ يَأْكُلَ، تَوَضَّأَ (مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کی حالت میں کھانا کھانے یا سونے کا ارادہ کرتے تو وضو کر لیتے تھے (مسند احمد)

صحیح مسلم کی روایت میں یہ تصریح بھی ہے کہ وضو سے مراد نماز ادا کرنے کے لئے کیے جانے والا وضو ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنُبًا، فَأَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَنَامَ، تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ (رواه مسلم بَابُ جَوَازِ نَوْمِ الْجُنُبِ وَاسْتِحْبَابُ الْوُضُوءِ لَهُ، وَغَسْلِ الْفَرْجِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَشْرَبَ أَوْ يَنَامَ أَوْ يُجَامِعَ رقم الحديث ۳۰۵، "۲۲")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کی حالت میں کھانا کھانے یا سونے کا ارادہ کرتے تو نماز کے لیے کیے جانے والے وضو کی طرح وضو کر لیتے تھے (صحیح مسلم) [2]

(۱۳)......جنبی شخص کو دوبارہ جماع کرنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُوْدَ فَلْيَتَوَضَّأْ بَيْنَهُمَا وُضُوْءًا (رَوَاهُ مُسلم بَابُ جَوَازِ نَوْمِ الْجُنُبِ وَاسْتِحْبَابُ الْوُضُوءِ لَهُ،

---

[1] بعض حضرات نے اس کو سنت شمار کیا ہے۔

[2] كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنُبًا فَأَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَنَامَ، تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ أَيِ: الْوُضُوءَ الشَّرْعِيَّ، وَلَمْ يَكْتَفِ بِالْوُضُوءِ اللُّغَوِيِّ ;وَهُوَ غَسْلُ الْفَمِ .مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ، قَالَهُ السَّيِّدُ جَمَالُ الدِّينِ.(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح باب مخالطة الجنب وما تباح ج۲ ص ۴۳۴)

Idara Ghufran

وَغَسْلِ الْفَرْجِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَشْرَبَ أَوْ يَنَامَ أَوْ يُجَامِعَ رقم الحديث ۳۰۸ "۲۷")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس آئے (یعنی جماع ہمبستری کرے) پھر دوبارہ جماع کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ ان دونوں (مرتبہ کے جماعوں) کے درمیان وضو کرلے (مسلم) ۱؎

(۱۴)......حیض ونفاس والی عورت کو ہر نماز کے وقت وضو کرنا مستحب ہے تا کہ عبادت کی عادت قائم رہے۔

(۱۵)......جب کسی کو غصہ آجائے اس وقت وضو کرنا مستحب ہے، کیونکہ اس سے غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ ۲؎

(۱۶)......قرآن مجید کی تلاوت کے لئے وضو کرنا مستحب ہے یعنی جبکہ زبانی تلاوت کرنے لگے یا قرآن مجید کو ہاتھ لگائے بغیر تلاوت کرنے لگے، ورنہ قرآن کو ہاتھ سے چھونے کے لئے وضو واجب ہے۔

(۱۷)......حدیث پڑھنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔

۱؎ (وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ") :إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ ") : أَيِ: امْرَأَتَهُ أَوْ جَارِيَتَهُ، يَعْنِي :جَامَعَهَا ")ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ ") أَيْ :إِلَى الْجِمَاعِ (فَلْيَتَوَضَّأْ بَيْنَهُمَا) أَيْ :بَيْنَ الْإِتْيَانَيْنِ. قَالَ ابْنُ الْمَلَكِ :لِأَنَّ هَذَا أَطْيَبُ، وَأَكْثَرُ لِلنَّشَاطِ وَالتَّلَذُّذِ .وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ وَحَدِيثِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ لِلْجُنُبِ أَنْ يَغْسِلَ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَشْرَبَ أَوْ يُجَامِعَ مَرَّةً أُخْرَى أَوْ يَنَامَ، وَقِيلَ :الْمُرَادُ بِهِ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ غَسْلُ الْيَدَيْنِ، وَعَلَيْهِ جُمْهُورُ الْعُلَمَاءِ ;لِأَنَّهُ جَاءَ مُفَسَّرًا فِي خَبَرٍ لِلنَّسَائِيِّ، وَقَالَ الْحَلِيمِيُّ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ :هُوَ فِي الْعَوْدِ لِلْوَطْءِ غَسْلُ فَرْجِهِ ;لِرِوَايَةِ :ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ فَلْيَغْسِلْ فَرْجَهُ :قِيلَ :وَعَلَيْهِ الْجُمْهُورُ أَيْضًا (وُضُوءًا) : قَالَ الطِّيبِيُّ :إِنَّمَا أَتَى بِالْمَصْدَرِ تَأْكِيدًا لِئَلَّا يُتَوَهَّمَ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْوُضُوءِ غَيْرُ الْمُتَعَارَفِ كَمَا فِي الْأَكْلِ أَيْ :فِي بَابِهِ يُعَضِّدُهُ، وَهَذَا الْحَدِيثُ السَّابِقُ :تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ اهـ.وَفِيهِ أَنَّ الظَّاهِرَ مِنَ التَّنَكُّرِ إِفَادَةُ وُضُوءٍ مَا، فَيَشْمَلُ الْوُضُوءَ الْعُرْفِيَّ ;لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي التَّنْوِينِ التَّنْكِيرُ لَا التَّعْظِيمُ، غَايَتُهُ أَنَّ تَقْيِيدَهُ فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ بِوُضُوئِهِ لِلصَّلَاةِ إِيمَاءً إِلَى الْأَكْمَلِ، وَلَا شَكَّ أَنَّهُ الْأَفْضَلُ، ثُمَّ الْحِكْمَةُ فِي ذَلِكَ تَخْفِيفُ الْحَدَثِ وَالتَّنْظِيفُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح بَابُ مُخَالَطَةِ الْجُنُبِ وَمَا يُبَاحُ لَهُ)

۲؎ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْمَعْنَى، قَالَا :حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو وَائِلٍ الْقَاصُّ، قَالَ :دَخَلْنَا عَلَى عُرْوَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ السَّعْدِيِّ، فَكَلَّمَهُ رَجُلٌ فَأَغْضَبَهُ، فَقَامَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَجَعَ وَقَدْ تَوَضَّأَ، فَقَالَ :حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي عَطِيَّةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَإِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ، وَإِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ، فَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ(رواه أبوداود رقم الحديث ۴۷۸۴) وفی اسناده ضعف(البانی)

Idara Ghufran

(۱۸)......حدیث روایت کرنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔

(۱۹)......علمِ دین کی درس وتدریس کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔

(۲۰)......اذان واقامت کہنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔

(۲۱)......خطبہ کے لئے وضو کرنا مستحب ہے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو(یعنی ہرقسم کے خطبے کے لئے خواہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا یا کوئی اور خطبہ ہو) بعض حضرات نے خطبہ کے لئے وضو کو سنت کہا ہے۔

(۲۲)......مسجد نبوی میں داخل ہونے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔

(۲۳)......رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔

(۲۴)......عرفات کے میدان میں وقوف کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔

(۲۵)......صفا اور مروہ کی سعی کرنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔

(۲۶)......اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد (اختلاف فقہاء سے بچنے کے لئے) وضو کرنا مستحب ہے۔

(۲۷)......اسی طرح اختلافِ فقہاء سے بچنے کے لئے ہر اس حالت میں وضو کرنا مستحب ہے جس میں ہمارے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اور دوسرے کسی امام کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے مثلاً کسی قابلِ شہوت غیر محرم عورت کو چھونے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے۔ [1]

(۲۸)......اسی طرح اپنی شرمگاہ کو ہاتھ سے چھونے کے بعد بھی وضو کرنا مستحب ہے تاکہ اس کی عبادت بالاتفاق صحیح ادا ہو۔

(۲۹)......شرعی کتب مثلاً حدیث فقہ اور عقائد وغیرہ کی کتابوں کو چھوتے وقت وضو کرنا مستحب ہے۔

(۳۰)......تفسیر کی ایسی کتابیں جن میں قرآنی آیات کی بنسبت تفسیری مواد زیادہ ہو ایسی کتابوں کے اس حصے کو چھونے کیلئے وضو کرنا مستحب ہے جہاں قرآن مجید لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ تفسیر لکھی ہوئی ہے۔

(۳۱)......عورت کے محاسن پر نظر پڑنے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے۔

(۳۲)......اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے وقت وضو کرنا مستحب ہے (کذافی عمدۃ الفقہ ج۱ص۱۳۳تا۱۳۵)

(والتفصيل في:مراقی الفلاح شرح نورالايضاح ص ٦٦ تا ص ٦٨،وحاشية الطحطاوی علی المراقی ص ٦٦ تا ٦٨))

---

[1] محرم عورت اور نا قابل شہوت یعنی بہت چھوٹی لڑکی کے چھونے سے بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹتا۔

Idara Ghufran

مقالات ومضامین (بسلسلہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک:۵) مولانا غلام بلال

والدین کی نافرمانی اوران کوتکلیف پہنچانے کا وبال

فرمانبرداراولاد کے لئے جنت اورنافرمان اولاد کے لئے جہنم کی ایک وعید

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَنْ أَصْبَحَ مُطِيعًا لِلَّهِ فِي وَالِدَيْهِ أَصْبَحَ لَهُ بَابَانِ مَفْتُوحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا .وَمَنْ أَمْسَى عَاصِيًا لِلَّهِ فِي وَالِدَيْهِ أَصْبَحَ لَهُ بَابَانِ مَفْتُوحَانِ مِنَ النَّارِ وَإِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا قَالَ رَجُلٌ :وَإِنْ ظَلَمَاهُ؟ قَالَ :وَإِنْ ظلماهُ وإِن ظلماهُ وإِنْ ظلماهُ (شعب الایمان، رقم الحدیث ۷۵۳۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے صبح کی اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار رہا، اپنے والدین کے بارے میں (یعنی شریعت کے حکم کے مطابق ان کے ساتھ حسنِ سلوک اوران کی فرمانبرداری کرتا رہا) تو اس کی صبح اس حال میں ہوئی کہ اس کے لئے جنت کے دودروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں، اوراگر ماں باپ میں سے کوئی ایک موجود ہو (تو فرمانبرداری اورحسنِ سلوک کرنے کی اس صورت میں) جنت کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے اورجس شخص کی شام اس حالت میں ہوئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان رہا، اپنے والدین کے بارے میں (یعنی ماں باپ کے حقوق ادانہیں کئے، یا پھران کوستاتا رہا) تو اس کی صبح اس حال میں ہوگی کہ اس کے لئے جہنم کے دودروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں، اوراگر ماں باپ میں سے ایک موجود ہو (تو نافرمانی کی اس صورت میں) جہنم کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے (تو وہاں موجود) ایک شخص نے عرض کیا کہ اگرچہ ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو (تب بھی یہی حکم ہے؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگرچہ انہوں نے اس پر ظلم کیا ہو، اگرچہ انہوں نے اس پر ظلم کیا ہو، اگرچہ انہوں نے اس پر ظلم کیا ہو (ایسا تین مرتبہ فرمایا) (بیہقی)

مذکورہ حدیث میں والدین کی خدمت، فرمانبرداری اوران کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کو پوری اہمیت کے

Idara Ghufran

ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور ماں باپ کو ستانے اور ان کی نافرمانی کرنے کے وبال کو بھی خوب واضح کر کے بیان کر دیا گیا ہے، والدین اگر ظلم کریں، تب بھی ان کی نافرمانی اور ایذاء رسانی جائز نہیں، اس حالت میں بھی ان کی نافرمانی پر جہنم کے دروازے کھلے رہنے کا ذکر کیا گیا ہے، اس کا یہ مقصد بھی نہیں کہ ماں باپ کو اپنی اولاد پر ظلم کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے، بلکہ اگر والدین اپنی اولاد پر ظلم کریں یا ان کے ساتھ ناانصافی کریں گے، تو اس ظلم و ناانصافی کا وبال ان پر پڑے گا، اور ان کا اس پر مواخذہ بھی ہوگا، لیکن اولاد کو پھر بھی ان کی نافرمانی کرنے اور ردِ عمل میں ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ اولاد کو والدین کے حقوق اطاعت، خدمت، کفالت، صلح رحمی وغیرہ کے پورے کرنے کی ہی تاکید ہے۔

مذکورہ حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ والدین کی اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی ہے، اور اسی طرح ان کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں داخل ہے۔

ایک رہنما اُصول

مذکورہ حدیث میں اجتماعی زندگی گزارنے اور معاشرہ کے ساتھ رہن سہن کے لئے ایک رہنما اصول بیان کیا گیا ہے، وہ یہ کہ ہر شخص اپنی ذمہ داری پوری کرنے کی فکر کرے، وہ یہ نہ دیکھے کہ دوسرے نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے، بلکہ اپنے ذمہ میں واجب حقوق ادا کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

جب چھوٹا بڑا ہر شخص، ہر فریق اس کی فکر کرے گا، اور اس پر عمل کرے گا، تو ایک اچھا طرزِ حیات میسر آئے گا، اور معاشرے سے لڑائی جھگڑوں، نااتفاقی، ظلم و زیادتی جیسی قبیح چیزوں کا خاتمہ ہوگا، اور اجتماعی زندگی سکھ چین سے بھر جائے گی۔

درحقیقت مذکورہ حدیث میں اجتماعی زندگی گزارنے کے لئے یہ بہت بڑی وصیت اور کام کی بات ہے، جس پر عمل پیرا ہونے سے معاشرہ ترقی و فلاح کی طرف گامزن ہوسکتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

ماں باپ کی طرف گھور کر دیکھنا بھی عقوق میں شامل ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ :مَا بَرَّ أَبَاهُ مَنْ شَدَّ إِلَيْهِ الطَّرْفَ بِالْغَضَبِ

(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۹۳۸۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص نے اپنے والدین کے ساتھ نیکی نہیں کی جس نے

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

غصہ کی حالت میں ان کی طرف تیز نظر سے دیکھا (طبرانی)

اور اسی طرح ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَا بَرَّ أَبَاهُ مَنْ شَدَّ إِلَيْهِ الطَّرْفَ (شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ۷۵۰۷)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص نے واپنے والدین کے ساتھ نیکی والا معاملہ (یعنی حسنِ سلوک) نہیں کیا جس نے ان کی طرف تیز نظروں سے (یعنی گھور کر) دیکھا (بیہقی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ والدین کو تیز نظر سے دیکھنا، ان کو گھورنا بھی ان کی نافرمانی اور ان کو ستانے میں داخل ہے، اور دل سے ماں باپ کی تعظیم وتکریم کرتے ہوئے، اعضاء و جوارح سے بھی ان کی فرمانبرداری اور انکساری کا اظہار کرنا چاہئے، رفتار وگفتار اور نظر سے کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہئے کہ جس سے ان کو تکلیف پہنچے۔

ایک مشہور تابعی بزرگ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ عقوق یعنی والدین کی نافرمانی اور ان کو ستانے کی حد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ان کو خدمت اور مال سے محروم کر دینا اور ان سے ملنا جلنا چھوڑ دینا، اور ان کے چہرے کی طرف تیز نظر سے دیکھنا، یہ سب عقوق میں داخل ہے۔ ۲

---

۱ (وعن ابن عباس -رضى الله عنهما -قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -من أصبح مطيعا لله في والديه) أى :في حقهما .وفيه :أن طاعة الوالدين لم تكن طاعة مستقلة، بل هى طاعة الله التى بلغت توصيتها من الله تعالى بحسب طاعتهما لطاعته، وكذلك العصيان والأذى، وهو من باب قوله تعالى :(إن الذين يؤذون الله ورسوله) (الأحزاب 57 :) ، ذكره الطيبى .قلت :ويؤيده أنه ورد " :لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق "، بل من أطاعهما ولم ينو رضا الله تعالى لا يكون بارا، وفى نسخة (مرقاة، تحت رقم الحديث ۴۹۴۳)

(من أصبح مطيعا لله فى) شأن (والديه) أى أصليه المسلمين (أصبح له بابان مفتوحان من الجنة فإن كان واحدا فواحد) قال الطيبى :فيه أن طاعة الوالدين لم تكن طاعة مستقلة بل هى طاعة الله وكذا العصيان والأذى وهى من باب قوله (إن الذين يؤذون الله ورسوله) (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۸۴۵۴)

۲ عَنْ عُمَارَةَ أَبِى سَعِيدٍ ، قَالَ :قُلْتُ لِلْحَسَنِ :إِلَى مَا يَنْتَهِى الْعُقُوقُ ؟ قَالَ :أَنْ تَحْرِمَهُمَا وَتَهْجُرَهُمَا وَتَحُدَّ النَّظَرَ إِلَى وَجْهِ وَالِدَيْكَ (مصنف ابن ابى شيبة، رقم الحديث ۲۵۹۱۳)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوا :يَا رَسُولَ اللهِ، وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ :نَعَمْ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ (مسلم، رقم الحديث ۹۰ "۱۴۶")

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سے (ایک گناہ) آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا ہے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے؟ فرمایا ہاں (دے سکتا ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ) یہ شخص کسی دوسرے کے باپ کو گالی دے اور وہ پلٹ کر اس کے باپ کو گالی دے، اور یہ کسی دوسرے کی ماں کو گالی دے، اور وہ شخص پلٹ کر اس کی ماں کو گالی دے (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گالی دینے والے نے اپنے ماں باپ کو خود تو گالی نہ دی، مگر کسی دوسرے سے گالی دلوانے کا ذریعہ بن گیا، اس لئے یہ خود گالی دینے والوں میں شمار ہوگیا، نہ یہ کسی دوسرے کی ماں باپ کو گالی دیتا اور نہ وہ پلٹ کر اس کے ماں باپ کو گالی دیتا، کیوں کہ گالی دینے کا سبب بننا گویا کہ خود ہی گالی دینا ہے، اور نبی ﷺ نے اس کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، اور اس سے یہ بات بھی بآسانی سمجھی جاسکتی ہے کہ جو شخص خود اپنے والدین کو گالی دے گا، تو اس کا گناہ عام کبیرہ گناہوں میں کتنا بڑھ کر ہوگا۔

صحابۂ کرام کو اپنے ماحول میں یہ بات بہت تعجب والی معلوم ہوئی اس لئے اس پر حیران ہوتے ہوئے استفسار کیا کہ کوئی شخص کیسے اپنے محسن اور شفیق والدین کو گالی دے سکتا ہے؟ تو ان کے اس تعجب پر نبی ﷺ نے گالی کا ذریعہ بننے والی صورتوں کا سبب بتایا، جو کہ اس وقت پیش آسکتی تھیں، لیکن اگر دیکھا جائے تو ہمارے اس زمانے میں بہت سے لوگ ایسے ہیں، جو خود اپنی زبان سے بڑی جسارت کے ساتھ اپنے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(ما بر أباه من شد إليه الطرف بالغضب) وما بعد البر إلا العقوق فهو إشارة إلى أن العقوق كما يكون بالقول والفعل يكون بمجرد اللحظ المشعر بالغضب وقد ذم الله العقوق فى كتابه وجاء من السنة فيه ما لا يكاد يحصى وأقبح بخصلة هى علامة على سوء الخاتمة إن لم يتدارك الله العبد بلطفه وعفوه ومن ثم كان من أعظم الكبائر وإذا كانت نظرة الغضب عقوقا للأب فللأم أولى لأنها مقدمة عليه فى البر والملاطفة (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۷۸۵۴)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

والدین کو بُرا بھلا کہتے اور بُرے القابات سے یاد کرتے ہیں، اور بعض دفعہ تو (العیاذ باللہ) ان کو گالی دینے سے بھی چنداں گریز نہیں کرتے، جو کہ سراسر کبیرہ گناہ ہے۔

فائدہ: مذکورہ حدیث سے ایک ضابطہ یہ بھی سامنے آتا ہے کہ ایسے کام سے گریز کرنا چاہئے جو کسی دوسری برائی کا ذریعہ اور سبب بنتا ہو، اور اگر یہ کام اپنی ذات میں تو جائز ومباح ہو، مگر دوسرے حرام وناجائز کام کا ذریعہ بنتا ہو، تو تب بھی اس کام سے بچنا چاہئے۔ [1]

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (سورة الاعراف، رقم الآية ۱۰۸)

ترجمہ: اور (اے ایمان والو! جن جھوٹے معبودوں) کو یہ لوگ اللہ کے بجائے پکارتے ہیں، تم ان کو برا بھلا مت کہو، جس کے نتیجے میں یہ لوگ جہالت کے عالم میں حد سے آگے بڑھ کر اللہ کو بُرا کہنے لگیں (سورہ اعراف)

اگر چہ یہ لوگ جن جھوٹے معبودوں کو مانتے ہیں، ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے، مگر پھر بھی مذکورہ آیت میں اہلِ ایمان کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ کافروں کے سامنے ان کے لئے نازیبا الفاظ استعمال نہ کریں، اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے یہ لوگ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے، اور ان کے اس عمل کا سبب تم لوگ بنو گے، اور جس طرح اللہ کی شان میں گستاخی کرنا جائز نہیں، اسی طرح اس کا سبب بننا بھی جائز نہیں، اگر چہ یہ کافر لوگ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں، مگر ضد میں آ کر ان سے ایسی حرکت سرزد ہونا بعید نہیں، اس لئے اس آیت میں ایسے عمل کا سبب بننے سے بھی سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ کچھ لوگوں نے نبی علیہ السلام ﷺ سے یہ بات کہی تھی کہ اگر آپ ہمارے بتوں کو بُرا کہو گے

---

[1] قال الطيبى :ويمكن أن يقال :إنه من الكبائر مطلقا ;لأن سبب السب سب، فكأنه واجه أباه بقوله أنت أحمق أو جاهل، ولا شك أن هذا من الكبائر، وقد قال تعالى :(فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما) (الإسراء : 23) ونحوه فى قوله تعالى :(ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم) (الأنعام: 108) ، قلت :السب لا يصح أن يكون كبيرة، لا سيما إذا وجد من غير قصد، ألا ترى أنه من سب رافضيا أو خارجيا، فسب أحدهما بعض الصحابة لا يعد الأول سابا، وكذا إذا كان أحد بعض الكفار فيسبوا الله، فإنه لا يصير كافرا، نعم ما يتوسل به إلى الحرام حرام، لكن بشرط قصده وعلمه .قال النووى :وفيه قطع بتحريم الوسائل والذرائع، فيؤخذ منه النهى عن بيع العصير لمن يتخذ الخمر والسلاح ممن يقطع الطريق ونحو ذلك (مرقاة المفاتيح ج۷، ص۳۰۸۳، باب البر و الصلة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تو ہم آپ کے رب کو (العیاذ باللہ) بُرا کہیں گے۔ [1] (جاری ہے............)

[1] ولا تسبُّوا الـذين يدعو المشركون من دون الله من الآلهة والأنداد، فيسبَّ المشركون اللهَ جهلا منهم بـربهم، واعتداءً بغير علم ، كما. حدثني المثنى قال، حدثنا أبو صالح قال، حدثني معاوية بن صالح، عن علي بـن أبي طلحة، عن ابن عباس قوله :(ولا تسبـوا الـذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوًا بغير علم)، قال : قالوا :يا محمد، لتنتهين عن سبِّ آلهتنا، أو لنهجوَنَّ ربك !فنهاهم الله أن يسبوا أوثانهم، فيسبوا الله عدوًا بغير علم (تفسير الطبري، سورة الاعراف، تحت رقم الآية ۱۰۸)

بسلسلہ: اصلاح وتزکیہ

وساوِس اور حقائق

قرآن وسنت، فقہاء ومحدثین اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کی تعلیمات و ہدایات کی روشنی میں، وسوسوں کی حقیقت اوران کے احکام، وسوسوں کی اقسام وانواع، وسوسوں کے گناہ ہونے نہ ہونے کا حکم، وسوسوں پرعمل اوران کی تصدیق کے نتائج ونقصانات، وہم اور مالیخولیا کی بیماری کی حقیقت اوراس سے متعلق واقعات، ایمان، گناہ، ناپاکی، حرمت، طہارت، استنجاء، وضوء، غسل، نماز، طلاق اور خواب وغیرہ سے متعلق وسوسوں پر تفصیلی کلام، پاکی وناپاکی اورحلت وحرمت سے متعلق اہم اصول اور مسائل، اورناپاک چیزکو پاک کرنے کی سہل وآسان صورتیں، وسوسوں کے ضرر ونقصان سے حفاظت کا طریقہ۔

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

بسلسلہ :تاریخی معلومات

مولانا طارق محمود

ماہِ محرم: ساتویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ محرم ۶۰۱ھ: میں حضرت ابوالفضل محمد بن حسین بن ابی الرضا خصیب بن زید قرشی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۱ ص ۴۴۳)

□......ماہِ محرم ۶۰۴ھ: میں حضرت ابومحمد عبدالمجیب بن ابوالقاسم عبداللہ بن زہیر بن زہیر بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۱ ص ۴۷۳)

□......ماہِ محرم ۶۱۰ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن سعید بن حسین بن شنیف بن محمد دارقزی امین رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۲ ص ۲۰)

□......ماہِ محرم ۶۱۰ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن مکی بن ابی الرجاء اصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۲ ص ۱۱۱)

□......ماہِ محرم ۶۱۵ھ: میں مشہور شاعر فتیان بن علی بن فتیان دمشقی شاغوری کا انتقال ہوا۔
(سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۲ ص ۱۴۴)

□......ماہِ محرم ۶۱۶ھ: میں حضرت ابومنصور سعید بن محمد بن ابوالمنصو رسعید بن محمد بن عمر بن رزاز بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۲ ص ۹۷)

□......ماہِ محرم ۶۱۸ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عمر بن عبدالغالب بن نصر اموی عثمانی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۲ ص ۱۶۱)

□......ماہِ محرم ۶۲۰ھ: میں حضرت ابوسعد عبدالسلام بن مبارک بن ابی الغنائم عبدالجبار بن محمد بغدادی عتابی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۲ ص ۱۹۱)

□......ماہِ محرم ۶۲۱ھ: میں حضرت ابوطالب عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالسمیع بن ابی تمام عبداللہ بن عبدالسمیع قرشی ہاشمی واسطی معدل رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۲ ص ۱۸۶)

□......ماہِ محرم ۶۲۱ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن ہبۃ اللہ بن مکرم بن عبداللہ بغدادی صوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۲ ص ۲۴۷)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

□......ماہِ محرم ۶۲۲ھ: میں حضرت ابوالفضل جعفر بن شمس الخلافہ ابوعبداللہ محمد بن مختار افضلی مصری قوصی رحمہ اللہ وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۲ ص ۳۰۰)

□......ماہِ محرم ۶۲۳ھ: میں حضرت ابوالقاسم مبارک بن علی بن ابی القاسم مبارک بن علی بن ابی الجود بغدادی عتابی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۲ ص ۲۶۳)

□......ماہِ محرم ۶۲۴ھ: میں حضرت عمید الدین ابولفرج فتح بن ابومنصور عبداللہ بن محمد بن شیخ ابوالحسن علی بن ہبۃ اللہ بن عبدالسلام بن یحییٰ بغدادی کاتب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۲ ص ۲۷۳)

□......ماہِ محرم ۶۲۵ھ: میں حضرت ابومنصور احمد بن یحییٰ بن احمد بن علی بن براج بغدادی صوفی وکیل رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۲ ص ۲۷۸)

□......ماہِ محرم ۶۲۶ھ: میں حضرت شمس الدین ابوالقاسم حسین بن ابی الغنائم ہبۃ اللہ بن محفوظ بن حسن بن محمد بن حسن بن احمد بن حسین بن صصری ربعی تغلبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۲ ص ۲۸۴)

□......ماہِ محرم ۶۳۴ھ: میں حضرت ناصح الدین ابوالفرح عبدالرحمٰن بن نجم بن عبدالوہاب بن ابوالفرج عبدالواحد بن محمد بن علی انصاری سعدی عبادی شیرازی رحمہ اللہ کا انتقال ہو۔
(سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۳ ص ۷)

□......ماہِ محرم ۶۳۴ھ: میں حضرت ناصح الدین عبدالرحمٰن بن نجم بن عبدالوہاب بن حنبلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ص۵۴)

□......ماہِ محرم ۶۳۴ھ: میں حضرت ظہیر الدین احمد بن سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۳ ص ۱۸)

□......ماہِ محرم ۶۳۵ھ: میں حضرت ابوالمحاسن یوسف بن اسماعیل کوفی حلبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۳ ص ۲۸)

□......ماہِ محرم ۶۳۷ھ: میں حضرت شرف الدین ابوالبرکات مبارک بن احمد بن مبارک بن موہوب بن غنیمۃ بن غالب لخمی اربلی کاتب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۳ ص ۵۲)

□......ماہِ محرم ۶۳۸ھ: میں حضرت ابوعلی احمد بن محمد بن محمود حرای بغدادی صوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۳ ص ۷۴)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

علم کے مینار امام شافعی رحمہ اللہ (قسط ۹) مولانا محمد ناصر

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امام شافعی رحمہ اللہ کی مدح میں اہلِ علم کا کلام

بہت سے اہلِ علم حضرات نے امام شافعی رحمہ اللہ کی مدح فرمائی ہے، اور بعض احادیث سے بھی امام صاحب کی مدح میں استدلال کیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عن رسول الله -صلَّى الله عليه وسلم -قال" :إن الله عز وجل يبعث لهذه الأمة على رأس كلِّ مِئة سنةٍ من يُجَدِّدُ لها دينَها (ابوداؤد، رقم الحديث ۴۲۹۱) [۱]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اس امت کے لئے ہر سو سال کے بعد ایسے شخص کو بھیجے گا، جو دین میں تجدید کرے گا (ابوداؤد)

روایت ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم غور کرتے ہیں تو سو سال بعد ہمیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نظر آتے ہیں، اور دو سو سال بعد امام شافعی رحمہ اللہ نظر آتے ہیں۔ [۲]

بعض اہلِ علم نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہم کی سند سے مروی احادیث کے مضمون کو جو قریشی عالم کی مدح پر مشتمل ہے، امام صاحب کے ساتھ خاص قرار دیا ہے۔ [۳]

---

[۱] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية ابى داؤد)

[۲] قال أَحْمَد بْن حَنْبَل :إن الله تعالى يقيض للناس فى كل رأس مئة سنة من يعلمهم السنن، وينفى عن رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلم الكذب، فنظرنا فإذا فى رأس المئة عُمَربن عبد العزيز، وفى رأس المئتين الشافعى (تهذيب الكمال، ج۲۴، ص۳۶۵)

[۳] حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ :حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ حُمَيْدٍ الْكِنْدِيِّ أَوِ الْعَبْدِيِّ، عَنِ الْجَارُودِ، عَنْ أَبِى الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا تَسُبُّوا قُرَيْشًا فَإِنَّ عَالِمَهَا يَمْلَأُ الْأَرْضَ عِلْمًا اللَّهُمَّ إِنَّكَ أَذَقْتَ أَوَّلَهَا عَذَابًا أَوْ وَبَالًا فَأَذِقِ آخِرَهَا نَوَالًا (مسند ابى داؤد الطيالسى، رقم الحديث ۳۰۷)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مگران احادیث کی سند کو محدثین نے غیر معمولی ضعیف قرار دیا ہے۔

البتہ تعدُّدِ طرق کی بنیاد پر اس حدیث کی اصل کو ثابت مانا ہے، اور قرائن کی بنیاد پر ان احادیث میں کی گئی مدح کا مستحق امام شافعی رحمہ اللہ کو قرار دیا ہے۔ [1]

اسحاق بن راہویہ کا بیان ہے کہ ہم مکہ میں تھے، اور امام شافعی اور احمد بن حنبل رحمہما اللہ بھی وہاں تھے، امام احمد بن حنبل نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو یعقوب! اس آدمی (یعنی امام شافعی) کے پاس بیٹھو، اسحاق کہتے

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم اللَّهُمَّ اهْدِ قُرَيْشًا فَإِنَّ عِلْمَ عَالِمِهَا يَمْلَأُ طِبَاقَ الْأَرْضِ (السنة لابن ابی عاصم، رقم الحديث ۱۵۲۳، وتاريخ بغداد، ج۲، ص ۵۹)

عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :اللهم اهد قريشا، فإن علم العالم منهم يسع طباق الأرض اللهم أذقت أولها نكالا، فأذق آخرها نوالا (حلية الاولياء، ج۹، ص ۶۵)

[1] عالم قريش يملأ الأرض علما .رواه أحمد بصيغة التمريض ، ورواه الطيالسي في مسنده عن ابن مسعود مرفوعا بلفظ لا تسبوا قريشا ، فإن عالمها يملأ الأرض علما ، اللهم إنك أذقت أولها عذابا ووبالا ، فأذق آخرها نوالا .وفي سنده الجارود مجهول ، والراوي عنه مختلف فيه .لكن له شواهد :منها ما في تاريخ بغداد للخطيب عن أبي هريرة رفعه :اللهم اهد قريشا ، فإن عالمها يملأ طباق الأرض علما اللهم كما أذقتهم عذابا فأذقهم نوالا ، دعا بها ثلاث مرات .وفي سنده راو ضعيف .ورواه أيضا البيهقي في المدخل عن ابن عباس . ورواه الترمذي وقال حسن والإمام أحمد بلفظ :اللهم اهد قريشا ، فإن علم العالم منهم يسع طباق الأرض. وهو منطبق كما قال أحمد وغيره على إمامنا الشافعي ، ويؤيده قوله في المدخل :إذا سئلت عن مسألة لا أعرف فيها خبرا أخذت فيها بقول الشافعي لأنه إمام عالم من قريش ، وروى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال :عالم قريش يملأ الأرض علما .انتهى.قال الحافظ العراقي :وليس بموضوع كما زعم الصغاني ، إذ كيف يذكر الإمام أحمد حديثا موضوعا يحتج به أو يستأنس به للأخذ في الأحكام بقول شيخه الإمام الشافعي .وإنما أورده بصيغة التمريض احتياطا للشك في ضعفه ، فإن إسناده لا يخلو عن ضعف وقد جمع الحافظ ابن حجر طرقه في كتاب سماه لذة العيش في طرق حديث الأئمة من قريش ، وبه يعلم أنه حسن. وصرح بذلك الترمذي.ونقله النجم عن المدخل للبيهقي عند أحمد بلفظ "عالم قريش يطبق الأرض علما ."ثم قال :ورواه الحاكم والأبدي كلاهما في المناقب عن علي بلفظ :لا تؤموا قريشا وأتموا بها ، ولا تقدموا على قريش وقدموها ، ولا تعلموا قريشا وتعلموا منها ، فإن أمانة الأمين من قريش تعدل أمانة اثنين من غيرهم ، وإن علم عالم قريش يسع طباق الأرض ."وفي رواية الأبدي " :فإن علم عالم قريش مبسوط على الأرض ."ورواه القضاعي عن ابن عباس بلفظ " :اللهم اهد قريشا ، فإن علم العالم منهم يسع طباق الأرض ، اللهم أذقت أولها نكالا فأذق آخرها نوالا "، ورجاله رجال الصحيح إلا إسماعيل بن مسلم ففيه مقال. قال البيهقي وابن حجر :طرق هذا الحديث إذا ضمت بعضها إلى بعض أفادت قوة ، وعلم أن للحديث أصلا. انتهى (كشف الخفاء، ج۲، ص۵۳، وص۵۴، تحت رقم الحديث ۱۷۰۱)

Idara Ghufran

ہیں کہ میں نے پوچھا کہ مجھے اس کے پاس بیٹھ کر کیا ملے گا؟ یہ تو ہمارا اہم عمر ہے، کیا میں ابنِ عیینہ اور مقری کا درس چھوڑ دوں؟ تو احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ابن عیینہ اور مقری کا درس بعد میں بھی مل جائے گا، لیکن یہ درس چھوٹ جائے گا، یہ سن کر اسحاق امام شافعی کے درس میں بیٹھ گئے (تاریخ دمشق لابن عساکر، ج۵۱، ص۳۲۹)

انہی کا بیان ہے کہ میں مکہ میں امام احمد کے ساتھ تھا، تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ میرے ساتھ آؤ، میں آپ کو ایسا آدمی دکھاتا ہوں، کہ آپ کی آنکھوں نے ویسا کبھی نہیں دیکھا ہوگا، پھر مجھے امام شافعی کی زیارت کرائی (حلیۃ الاولیاء، ج۹، ص۹۷)

امام شافعی رحمہ اللہ کی بہت سے علماء اور فقہاء نے تعریف اور توصیف فرمائی ہے، آپ کی تعریف میں امام ابوعبید قاسم بن سلام نے فرمایا کہ میں نے امام شافعی سے زیادہ عقل مند آدمی نہیں دیکھا (حلیۃ الاولیاء، ج۹، ص۹۴)

روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن مہدی نے امام شافعی کی خدمت میں لکھا کہ وہ ان کے لئے ایک ایسی کتاب تصنیف فرمائیں، جس میں معانیِ قرآنی، حجیتِ اجماع، ناسخ اور منسوخ وغیرہ کا بیان ہو، تو امام صاحب نے کتاب الرسالہ تصنیف فرمائی، عبدالرحمٰن بن مہدی کا بیان ہے کہ میں نے جب بھی نماز پڑھی، تو امام شافعی کے لئے دعا کی (سیر اعلام النبلاء، ج۱۰، ص۴۴)

امام شافعی کو عربی فصاحت وبلاغت اور مناظرہ کے علم میں بہت دسترس حاصل تھی، چنانچہ روایت ہے کہ اگر شافعی کسی پتھر کے ستون کو لکڑی کا ستون ثابت کرنا چاہتے، تو ثابت کر سکتے تھے، امام شافعی کے علمی مقام کو دیکھتے ہوئے اس وقت کے اہلِ علم آپ کو ''سیدُ الفقہاء'' کا لقب دیتے تھے (تہذیب الکمال، ج۲۴، ص۳۷۵)

ایوب بن سوید رملی فرماتے تھے کہ میرا نہیں خیال کہ میں جب تک زندہ رہوں، امام شافعی جیسا کوئی دیکھ سکوں گا (حلیۃ الاولیاء، ج۹، ص۹۴)

امام شافعی کی مدح میں نفطویہ نے یہ شعر کہا ہے کہ:

مثل الشافعی فی العلماء　　　مثل البدر فی نجوم السماء [1]

''علماء میں امام شافعی، آسمان کے ستاروں میں چودھویں کے چاند کی مانند تھے'' (جاری ہے......)

---

[1] وأنشد نفطویه شعرًا: مثل الشافعی فی العلماء　　مثل البدر فی نجوم السماء
وهی أبیات کثیرة مشهورة. وأقوال السلف فی مدحه غیر محصورة، وفیما ذکرته أبلغ کفایة للمستبصر (تهذیب الاسماء واللغات للنووی، ج ۱، ص ۸۳)

Idara Ghufran

تذکرۂ اولیاء　حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (قسط۹)　مولانا محمد ناصر

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابۂ کرام میں مسلمانوں کے نئے ہونے والے خلیفہ سے متعلق جس جگہ مشاورت ہوئی، اسے سقیفۂ بنی ساعدہ کہا جاتا ہے۔

وصال کے بعد کچھ انصاری صحابہ سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع تھے، اور باہم مشورہ کر رہے تھے، جب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو انصار صحابہ کے اس مشورے کا علم ہوا، تو یہ دونوں حضرات بھی سقیفۂ بنی ساعدہ تشریف لے گئے۔

انصاری صحابہ کا خیال تھا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بننے کے لئے زیادہ مناسب ہیں، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ انصاری صحابہ کے سردار بھی تھے، اور کئی غزوات میں انصار کا جھنڈا انہی کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔

ایک انصاری صحابی نے خطبہ دے کر کہنا شروع کیا کہ ہم اللہ کے انصار اور اسلام کے لشکر ہیں، اور اے مہاجرین! آپ ہمارے نبی کے ساتھ ہو، لیکن اب آپ میں سے کچھ لوگ ہمیں ہمارے مقام سے علیٰحدہ کر رہے ہیں۔

بعض حضرات کا خیال تھا کہ بجائے ایک کے مسلمانوں کے دو امیر ہونے چاہئیں، ایک امیر انصار میں سے ہوں، اور دوسرے امیر مہاجرین میں سے ہوں، لیکن ظاہر ہے کہ یہ صورت مناسب نہ ہونے کے علاوہ خطرناک بھی تھی، کیونکہ دو امیروں کا ہونا مسلمانوں کی اجتماعیت اور اتحاد کے خلاف تھا۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو تلواریں ایک نیام میں اکٹھی ہو جائیں تو صلح نہیں ہو سکتی۔ [1]

---

[1] قَالُوا :انْطَلِقُوا إِلَى إِخْوَانِنَا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَإِنَّ لَهُمْ مِنْ هَذَا الْحَقِّ نَصِيبًا فَأَتَوُا الْأَنْصَارَ، فَقَالَ الْأَنْصَارُ :مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ، فَقَالَ عُمَرُ :سَيْفَانِ فِي غِمْدٍ وَاحِدٍ إِذًا لَا يَصْلُحَانِ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ :مَنْ لَهُ هَذِهِ الثَّلَاثُ؟ (إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ) مَنْ صَاحِبُهُ (إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ) مَنْ هُمَا (لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا) مَعَ مَنْ؟ ثُمَّ بَايَعَهُ، ثُمَّ قَالَ :بَايِعُوا فَبَايَعَ النَّاسُ أَحْسَنَ بَيْعَةٍ وَأَجْمَلَهَا (السنن الكبرىٰ للنسائی، رقم الحديث ۷۰۸۱، كيف صلى على رسول الله صلى الله عليه وسلم، السنن الكبرىٰ للبيهقی، رقم الحديث ۱۶۵۴۹)

Idara Ghufran

انصاری صحابی کی تقریر ختم ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بولنا چاہا، لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں روک دیا، اور خود کھڑے ہوکر ایک تقریر کی، جس کا ہر ہر لفظ فصاحت وبلاغت سے بھرا ہوا تھا، اور گویا یہ الہامی تقریر تھی، حضرت عمر کا بیان ہے کہ میں نے اس موقعہ کے لئے بہت اچھی تقریر سوچ رکھی تھی، اور خیال تھا کہ ابوبکر ایسی تقریر نہیں کرسکیں گے، لیکن جب ابوبکر رضی اللہ عنہ خود کھڑے ہوئے، تو انہوں نے وہ باتیں فی البدیہ اور انتہائی بلاغت کے ساتھ میرے سوچے ہوئے مضمون سے بھی بہتر کہہ ڈالیں، جن کو میں غور وفکر کے بعد اپنے دماغ میں جما کرلے گیا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حمد وصلاۃ کے بعد اپنی تقریر میں پہلے تو اسلام کے لئے مہاجرین کے فضائل بیان فرمائے، اور مہاجرین کی غیر معمولی قربانی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ وقرابت داری کا ذکر کیا، اور اس کے بعد فرمایا کہ:

> ''اے انصار! آپ جو کچھ اپنے متعلق کہتے ہو، بے شک آپ اس کے اہل ہو، اور اس میں کوئی شبہ نہیں، نبی صلی اللہ عیہ وسلم کے ساتھ بھی آپ کو بڑا گہرا تعلق تھا، آپ کی بعض معزز ازواجِ مطہرات آپ انصار ہی میں سے تھیں۔
>
> لیکن عرب اس معاملہ میں سوائے قبیلہ قریش کے اور کسی کی اطاعت قبول نہیں کریں گے، اس کے بعد حضرت ابوبکر نے، حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ لو، ان میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔
>
> حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لئے جب حضرت عمر کا نام پیش کیا، تو خود حضرت عمر کا بیان ہے کہ میرے لئے یہ حد درجہ ناگوار بات تھی، اللہ کی قسم! بغیر کسی گناہ کے میری گردن اُڑادی جاتی، یہ بات میرے لئے پسند تھی، بہ نسبت اس کے کہ میں ایک ایسی قوم کا امیر بنتا، جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔

اس موقعہ پر شور وشغب زیادہ بڑھنے لگا، اور انصار کی طرف سے کچھ گفتگو ہوئی، تو حضرت عمر نے پیش قدمی کرکے حضرت ابوبکر سے کہا کہ نہیں ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے، کیونکہ آپ ہم سب سے بہتر ہیں، ہمارے سردار ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ آپ سے محبت فرماتے تھے، یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا، اور بیعت کی، حضرت عمر کا بیعت کرنا تھا

Idara Ghufran

کہ مہاجرین اورانصارسب نے ہاتھ بڑھادیا۔ ۱

حضرت ابن مسعودرضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَتِ الْأَنْصَارُ :مِنَّا أَمِيرٌ، وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ .فَأَتَاهُمْ عُمَرُ، فَقَالَ :يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ أَمَرَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يَؤُمَّ النَّاسَ؟ فَأَيُّكُمْ تَطِيبُ نَفْسُهُ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ : نَعُوذُ بِاللهِ أَنْ نَتَقَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۳۳، إسناده حسن)

ترجمہ: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو انصار کہنے لگے کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہوگا، حضرت عمررضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے، اورفرمایا اے گروہِ انصار! کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اپنی حیات طیبہ میں) ابوبکرکولوگوں کی امامت کے لئے آگے کیا تھا؟ آپ میں سے کون شخص اپنے دل کی بشاشت کے ساتھ ابوبکرسے آگے بڑھ سکتا ہے؟ اس پر انصار کہنے لگے اللہ کی پناہ! کہ ہم ابوبکرسے آگے بڑھیں (مسنداحمد)

حمیدبن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ:

فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ، وَلَمْ يَتْرُكْ شَيْئًا أُنْزِلَ فِي الْأَنْصَارِ وَلا ذَكَرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ شَأْنِهِمْ، إِلَّا وَذَكَرَهُ، وَقَالَ :وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ ": لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا، وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ وَادِيًا، سَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ ."

---

۱ تَشَهَّدَ خَطِيبُهُمْ، فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ :أَمَّا بَعْدُ، فَنَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ وَكَتِيبَةُ الإِسْلاَمِ، وَأَنْتُمْ مَعْشَرَ المُهَاجِرِينَ رَهْطٌ، وَقَدْ دَفَّتْ دَافَّةٌ مِنْ قَوْمِكُمْ، فَإِذَا هُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يَخْتَزِلُونَا مِنْ أَصْلِنَا، وَأَنْ يَحْضُنُونَا مِنَ الأَمْرِ .فَلَمَّا سَكَتَ أَرَدْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ، وَكُنْتُ قَدْ زَوَّرْتُ مَقَالَةً أَعْجَبَتْنِي أُرِيدُ أَنْ أُقَدِّمَهَا بَيْنَ يَدَيْ أَبِي بَكْرٍ، وَكُنْتُ أُدَارِي مِنْهُ بَعْضَ الحَدِّ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ :عَلَى رِسْلِكَ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُغْضِبَهُ، فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَكَانَ هُوَ أَحْلَمَ مِنِّي وَأَوْقَرَ، وَاللَّهِ مَا تَرَكَ مِنْ كَلِمَةٍ أَعْجَبَتْنِي فِي تَزْوِيرِي، إِلَّا قَالَ فِي بَدِيهَتِهِ مِثْلَهَا أَوْ أَفْضَلَ مِنْهَا حَتَّى سَكَتَ، فَقَالَ :مَا ذَكَرْتُمْ فِيكُمْ مِنْ خَيْرٍ فَأَنْتُمْ لَهُ أَهْلٌ، وَلَنْ يُعْرَفَ هَذَا الأَمْرُ إِلَّا لِهَذَا الحَيِّ مِنْ قُرَيْشٍ، هُمْ أَوْسَطُ العَرَبِ نَسَبًا وَدَارًا، وَقَدْ رَضِيتُ لَكُمْ أَحَدَ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ، فَبَايِعُوا أَيَّهُمَا شِئْتُمْ، فَأَخَذَ بِيَدِي وَبِيَدِ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الجَرَّاحِ، وَهُوَ جَالِسٌ بَيْنَنَا، فَلَمْ أَكْرَهْ مِمَّا قَالَ غَيْرَهَا، كَانَ وَاللَّهِ أَنْ أُقَدَّمَ فَتُضْرَبَ عُنُقِي، لاَ يُقَرِّبُنِي ذَلِكَ مِنْ إِثْمٍ، أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَأَمَّرَ عَلَى قَوْمٍ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ، اللَّهُمَّ إِلَّا أَنْ تُسَوِّلَ إِلَيَّ نَفْسِي عِنْدَ المَوْتِ شَيْئًا لاَ أَجِدُهُ الآنَ .فَقَالَ قَائِلٌ مِنَ الأَنْصَارِ :أَنَا جُذَيْلُهَا المُحَكَّكُ، وَعُذَيْقُهَا المُرَجَّبُ، مِنَّا أَمِيرٌ، وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ، يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ .فَكَثُرَ اللَّغَطُ، وَارْتَفَعَتِ الأَصْوَاتُ، حَتَّى فَرِقْتُ مِنَ الِاخْتِلاَفِ، فَقُلْتُ :ابْسُطْ يَدَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ، فَبَسَطَ يَدَهُ فَبَايَعْتُهُ، وَبَايَعَهُ المُهَاجِرُونَ ثُمَّ بَايَعَتْهُ الأَنْصَارُ (بخارى، رقم الحديث ۶۸۳۰)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

وَلَقَدْ عَلِمْتَ يَا سَعْدُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، وَأَنْتَ قَاعِدٌ ": قُرَيْشٌ وُلَاةُ هَذَا الْأَمْرِ، فَبَرُّ النَّاسِ تَبَعٌ لِبَرِّهِمْ، وَفَاجِرُهُمْ تَبَعٌ لِفَاجِرِهِمْ ."قَالَ: فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ :صَدَقْتَ، نَحْنُ الْوُزَرَاءُ، وَأَنْتُمُ الْأُمَرَاءُ (مسند احمد، رقم الحديث ١٨، صحيح لغيره، رجاله ثقات رجال الشيخين، وهو مرسل)

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی، اس دوران انہوں نے وہ سب کچھ جو انصار کی فضیلت سے تعلق رکھتا تھا، سب بیان کردیا اور فرمایا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ اگر لوگ ایک راستے پر چلتے اور انصار دوسرے پر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کا راستہ اختیار کرتے۔ پھر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے سعد! آپ موجود تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خلافت کے حق دار قریش ہیں، لوگوں میں سے جو نیک ہوں گے وہ قریش کے نیک افراد کے تابع ہوں گے اور جو بدکار ہوں گے وہ بدکاروں کے تابع ہوں گے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ سچ کہتے ہیں، ہم وزیر ہوں گے اور آپ لوگ امیر ہوں گے (مسند احمد)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی بھاری ذمہ داری سے متعلق فرمایا کہ:

وَاللَّهِ مَا كُنْتُ حَرِيصًا عَلَى الْإِمَارَةِ يَوْمًا وَلَا لَيْلَةً قَطُّ، وَلَا كُنْتُ فِيهَا رَاغِبًا، وَلَا سَأَلْتُهَا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي سِرٍّ وَلَا عَلَانِيَةٍ، وَلَكِنِّي أَشْفَقْتُ مِنَ الْفِتْنَةِ، وَمَا لِي فِي الْإِمَارَةِ مِنْ رَاحَةٍ، وَلَكِنْ قُلِّدْتُ أَمْرًا عَظِيمًا مَا لِي بِهِ مِنْ طَاقَةٍ وَلَا يَدَ إِلَّا بِتَقْوِيَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۴۴۲۲) [1]

ترجمہ: اللہ کی قسم! مجھے خلافت کی تمنا نہ کبھی کسی دن میں ہوئی، اور نہ کبھی کسی رات میں ہوئی، اور نہ میری خلافت کی خواہش ہوئی، اور نہ میں نے اللہ عزوجل سے پوشیدہ یا علانیہ خلافت حاصل ہونے کی دعا کی، بلکہ میں فتنہ سے ڈرتا تھا، اور میرے لئے خلافت میں کون سی راحت کا سامان تھا، بلکہ ایک بڑا بوجھ میرے اوپر ڈال دیا گیا تھا، جس کی اللہ عزوجل کی مدد کے بغیر مجھ میں طاقت نہیں تھی (حاکم)

یہ سقیفہ بنی ساعدہ میں صحابہ کی ایک مخصوص تعداد نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عمومی بیعت ہوئی، جس میں سب صحابہ شریک تھے۔ (جاری ہے......)

[1] قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ. وقال الذهبي: على شرط البخاري ومسلم

Idara Ghufran

پیارے بچو!

مولانا محمد ناصر

غار والوں کی کہانی

ہزاروں سال پہلے کا واقعہ ہے کہ روم میں دقیانوس نامی بادشاہ حکومت کیا کرتا تھا، وہ بہت ہی ظالم آدمی تھا۔ اللہ پر یقین نہیں رکھتا تھا اور بتوں کی پوجا کرتا تھا، اس کی پوری قوم اللہ کی عبادت سے ناواقف تھی، بلکہ سب کے سب بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اسی بت پرست قوم میں کچھ سمجھدار لوگ بھی رہتے تھے۔ وہ آپس میں اکثر یہ تذکرہ کرتے تھے کہ یہ مٹی کے بت ہیں، جنہیں قوم والے خدا سمجھتے ہیں۔ یہ پتھر کی مورتیاں تو اپنی ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی بھی نہیں ہٹا سکتیں۔ بھلا انسان کو کیا فائدہ یا نقصان دیں گی، کم عقل لوگ ہیں، اتنی سی بات نہیں سمجھتے پھر بادشاہ بھی عجیب آدمی ہے لوگوں کو سختی کے ساتھ ان کی پوجا کرنے پر زبردستی مجبور کرتا ہے۔ بچو! جو لوگ بتوں کی عبادت سے انکار کرتے تھے، بادشاہ ان کو آگ میں ڈال دیتا تھا، اور ان کے ناخن کھینچ لیتا تھا۔

اس قوم میں ہر سال عید کا میلہ لگتا تھا جس میں تمام لوگ شرکت کے لیے جاتے تھے، یہاں کشتیاں ہوتی تھیں، دوڑ کے مقابلے ہوتے اور طرح طرح کے کھیل تماشے ہوتے تھے، سارے انعام تقسیم ہونے کے بعد بتوں کی پوجا ہوتی اور مٹھائی تقسیم کی جاتی تھی، ان تمام فضول تماشوں سے تنگ آکر چند لوگ ایک درخت کے سائے میں آکر بیٹھ گئے، ان میں سے کوئی کسی کو نہیں جانتا تھا، آخر ایک نے دوسرے سے تعارف کرایا اور پوچھا بھائی تم سب یہاں کیوں بیٹھ گئے، پہلے نے کہا مجھے بت پرستی سے نفرت ہے، دوسرا بولا ہاتھوں کی بنائی ہوئی مورتیوں کی عبادت کرنا کہاں کی عقلمندی ہے، تیسرے نے کہا، پوری قوم جاہل ہو چکی ہے، کوئی بھی خدا کو نہیں جانتا۔

بچو! سب نے مل کر وعدہ کیا کہ وہ ہرگز بتوں کی پوجا نہیں کریں گے بلکہ صرف اس اللہ کی عبادت کریں گے جو سب کا مالک ہے، جس نے چاند، تارے، زمین، آسمان، پانی اور انسان سب کو پیدا کیا ہے، وہی سب کو کھلاتا ہے، پیدا کرتا ہے اور موت دیتا ہے، ان چند ساتھیوں نے مل کر مکان خرید لیا اور وہاں رہنے لگے اور چھپ کر اللہ کی عبادت شروع کر دی۔ کسی طرح یہ خبر ان کی قوم میں پھیل گئی کہ چند نوجوان بتوں سے باغی ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، چند چغل خوروں نے یہ خبر بادشاہ کو بھی پہنچا دی۔ بادشاہ نے یہ سنا تو غصے سے لال پیلا ہو گیا اور کہنے لگا میں اس ملک میں بتوں کے خلاف بولنے کی کسی کو اجازت نہیں دے سکتا، اس نے حکم دیا کہ نوجوانوں کو گرفتار کر لیا جائے اور اس کے سامنے پیش کیا جائے، جب یہ نوجوان گرفتار ہو

Idara Ghufran

کر محل میں گئے تو کیا دیکھا کہ بہت ہی خوب صورت محل ہے، اونچے اونچے کمرے، وسیع ہال، خوبصورت باغیچے، جگہ جگہ قیمتی قالین بچھے ہیں، دیواروں پر خوبصورت اور ریشمی پردے لٹک رہے ہیں، درجنوں نوجوان ہاتھوں میں تلواریں لیے محل کی حفاظت کر رہے تھے لیکن اللہ پر ایمان رکھنے والے یہ نوجوان کسی چیز سے متاثر نہیں ہوئے کیونکہ وہ صرف اللہ کو سب سے زیادہ طاقت والا مانتے تھے اور جو اللہ کو سب سے زیادہ طاقت ور سمجھتے ہیں وہ کسی دوسرے سے بالکل نہیں ڈرتے اور نہ کسی کے سامنے جھکتے ہیں۔ یہ نوجوان بھی بے خوف بادشاہ کے سامنے گئے، بادشاہ نے ان سے کہا، کہ تم قوم کے بتوں کو برا بھلا کہتے ہو اور ایک ایسے خدا کو مانتے ہو جسے کبھی کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، شاید تم جوان ہو اسی لیے اپنے مذہب سے بھٹک گئے ہو، دیکھو تم ان باتوں سے باز آجاؤ، ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔

بچو! بادشاہ نے جب اپنی بات ختم کی تو ایک قیدی نوجوان نے کہا بادشاہ سلامت ہم اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت ہرگز نہیں کر سکتے۔ ہمارا خدا بڑی طاقت والا ہے، ہم آپ کو بھی دعوت دیتے ہیں کہ آپ بھی ان جھوٹے بتوں کو چھوڑ کر سب سے بڑے اور سچے خدا کی عبادت کریں جو مارتا بھی ہے اور زندہ بھی کرتا ہے، سب کو وہی رزق دیتا ہے، پانی برساتا ہے، فصل اگاتا ہے اور اولاد دیتا ہے۔

بچو! بادشاہ نے جب دیکھا کہ نوجوان خدا کی تعریفیں کیے جا رہے ہیں تو زور سے چلایا کہ خاموش ہو جاؤ، اور غصے سے کانپنے لگا۔ اس نے نوجوانوں سے کہا کہ میں تمہارے باپ دادا کی عزت کرتا ہوں ورنہ تمہیں ابھی اور اسی جگہ قتل کر دیتا، تمہیں سوچنے کا موقع دیتا ہوں اگر تم اپنے ارادوں سے باز نہیں آئے تو گردن اڑا دوں گا۔ یہ مسلمان نوجوان بادشاہ کے دربار سے نکل کر سیدھے اپنے عبادت خانے میں آئے یہ وہی مکان تھا جو انہوں نے خریدا تھا۔ سب نے مل کر مشورہ کیا کہ ہم شہر سے دور کسی پہاڑ کے غار میں چل کر رہتے ہیں۔ وہاں اللہ کی عبادت کریں گے اور جب تک اس ظالم بادشاہ کی حکومت ختم نہیں ہو جاتی ہم اسی جگہ رہیں گے۔

رات کو جب سب لوگ سو گئے اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا تو یہ نوجوان خاموشی کے ساتھ اٹھے، اپنا سامان باندھ کر کندھے پر رکھا اور شہر سے پہاڑ کی طرف چل دیے۔ انہوں نے ایک کتا پال رکھا تھا وہ کتا بھی ان کے ساتھ تھا، چلتے چلتے دوسرے دن دوپہر کو یہ ایک پہاڑ کے پاس پہنچے وہاں ایک غار تھا ان نوجوانوں نے اپنے ہاتھوں سے اس غار کو صاف کیا اور غار میں بیٹھ کر سستانے لگے۔ لمبا فاصلہ طے کرنے کی وجہ سے یہ بہت تھک چکے تھے، کمر سیدھی کرنے کے لیے لیٹ گئے، ان کا کتا غار کے منہ پر بیٹھ کر پہرہ دینے لگا۔ تھکن کی وجہ سے انہیں نیند آنے لگی اور ایک ایک کر کے سب سو گئے۔

Idara Ghufran

بچو آپ کو حیرت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی نیند سلایا کہ وہ غار کے اندر تین سو سال تک سوتے رہے۔ نہ انہیں بھوک لگی اور نہ بیمار ہوئے، تین سو سال کے بعد سب ایک ایک کر کے اٹھ گئے، ایک دوسرے سے پوچھنے لگے بڑی گہری نیند تھی، ہم کتنی دیر تک سوتے رہے، دوسرے نے جواب دیا، آج ہم سارا دن سوئے، شاید دوسرا دن نکل آیا ہے، ایک ساتھی کہنے لگا دو دن ہو گئے ہمیں سوتے ہوئے، اب بہت بھوک لگ رہی ہے، انہوں نے کہا ہم میں سے ایک آدمی جا کر بازار سے کھانا لے آئے، ان میں سے ایک نوجوان کچھ پیسے لے کر کھانے کا سامان لینے شہر کی طرف جانے لگا سب نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ کسی کو ہمارے بارے میں مت بتانا ورنہ ظالم بادشاہ ہمیں گرفتار کر کے قتل کر دے گا۔ جب سب نے اس کو اچھی طرح سمجھا دیا تو وہ شہر چلا گیا۔ اس نے دیکھا کہ شہر کا نقشہ ہی بدل گیا ہے اور اونچی اونچی عمارتیں، سڑکیں، گلیاں سب کچھ تبدیل ہو گیا، یہاں تک کہ ملک میں چلنے والا سکہ بھی بدل گیا، جب وہ جوان کھانے کی ایک دکان پر گیا اور ظالم بادشاہ کے زمانے کا سکہ دوکاندار کو دیا تو دوکاندار حیران رہ گیا اور کہنے لگا یہ تو بادشاہ دقیانوس کے زمانے کا سکہ ہے تمہیں کہاں سے ملا، چند اور لوگ بھی جمع ہو گئے اور کہنے لگے اس نوجوان کو پرانا خزانہ مل گیا ہے جس میں سے یہ سکہ نکال لایا ہے، نوجوان حیران و پریشان لوگوں کو سمجھانے لگا کہ میرے پاس کوئی خزانہ نہیں ہے۔ یہ میرا اپنا سکہ ہے لیکن لوگوں نے اسے گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ بہت نیک دل اور ایماندار بادشاہ تھا، جب اسے یہ سکہ دکھایا گیا تو اس نے وزیر سے مشورہ کیا، وزیر نے بتایا کہ تین سو سال پہلے جب دقیانوس بادشاہ حکمران تھا یہ سکہ اس وقت چلتا تھا، بادشاہ نے نوجوان سے نام پوچھا تو نوجوان نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا کہ وہ چند ساتھی اپنا ایمان بچانے کی وجہ سے فرار ہو گئے تھے۔

بادشاہ ساری کہانی سن کر حیرت زدہ رہ گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں کو تین صدیوں تک سلائے رکھا، اس عرصے میں کئی بادشاہ تبدیل ہوئے، نوجوان نے بادشاہ سلامت سے اجازت لی اور اپنے ساتھیوں سے ملنے گیا، ساتھیوں سے مل کر اس نے سارا حیرت انگیز واقعہ سنایا اور بتایا کہ بادشاہ بھی مسلمان ہے، ابھی وہ اپنے ساتھیوں کو یہ باتیں بتا ہی رہا تھا کہ بادشاہ خود اپنے حفاظتی عملے کے ساتھ غار تک پہنچ گیا۔ سب ساتھیوں نے بادشاہ کا استقبال کیا۔ کچھ دیر بادشاہ ساتھ رہ کر رخصت ہو گیا۔

یہ سب ساتھی غار کے اندر چلے گئے اور اللہ کے حکم سے سب کے سب انتقال کر گئے۔ سب لوگ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ تین سو سال تک بغیر کھائے پیئے انہیں سلا کر دوبارہ اٹھا سکتا ہے تو مرنے کے بعد بھی اپنے بندوں کو قیامت کے دن زندہ کرے گا اور اب تک جتنے بھی جاندار مرے ہیں سب کو اٹھا کر اللہ اپنے سامنے حاضر کرے گا اور نیکی کا اچھا بدلہ اور بُرائی کی سزا دے گا۔

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بزمِ خواتین

مولانا طلحہ مدثر

مزاح میں حدود کی رعایت

معزز خواتین! انسان کا مزاج اور طبیعت مختلف قسم کی ہوتی ہے کچھ انسان زیادہ خوش اخلاق، خوش مزاج ہوتے ہیں اور کچھ بالکل خشک اور تُند رویہ رکھتے ہیں، کچھ افراد کے بات کرنے کا انداز اور طریقہ ایسا ہوتا ہے کہ دل چاہتا ہے گھنٹوں بیٹھ کر اُن کی باتوں کو سنا جائے جبکہ کچھ افراد ایسے روکھے اور بدزبان ہوتے ہیں کہ ضرورت کی بات کرنے سے پہلے بھی ہزار دفعہ سوچنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ فلاں شخص سے یہ بات کہی جائے یا نہیں؟ کچھ افراد کے چہرے ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے ہیں اور وہ ہمیشہ اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجائے ہوئے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے لوگ ان کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں اور نہ چاہتے ہوئے بھی ان سے ہم کلام ہونے کی خواہش ہوتی ہے اور انکی گفتگو سے لطف اندوز ہوئے بغیر رہا نہیں جاتا جبکہ اس کے برعکس کچھ افراد ہمیشہ منہ پھُلائے ہوئے، چہرے پر شکن ڈالے بیٹھے رہتے ہیں، جب بھی ان کی طرف دیکھو ایسا محسوس ہوتا ہے ابھی شامت آجائے گی ان کے اس رویہ کی وجہ سے لوگ ان سے دور دور رہتے ہیں اور کوئی شخص بھی ایسے افراد کے ساتھ وقت گزارنا یا ان کے قریب پھٹکنا گوارہ نہیں کرتا۔

معزز خواتین! اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ خوش مزاجی، خوش اخلاقی، نرم گفتگو، چہرے پر مُسکان یہ سب باتیں اچھی عادات وعمدہ اخلاق کی عکاسی کرتی ہیں اور ہمارے معاشرے میں ان اخلاق وعادات کے مالک شخص کو عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے نیز یہ سب چیزیں معقول درجہ میں شرعاً مطلوب بھی ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی بینک وبینه عداوة کانه ولی حمیم (سورہ حم سجدہ رقم الآیت ۳۴)

ترجمہ: اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہے، برائی کا دفاع اچھائی کے ساتھ کیجئے پھر یکا یک (اچانک) وہ شخص کہ آپ کے اور اس کے درمیان عداوت تھی گویا کہ وہ مخلص دوست ہوجائے گا (ترجمہ ختم)

اور سخت وتُرش رویہ کو قرآن مجید میں بُری خصلتوں اور عادتوں میں شمار کیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Idara Ghufran

ولا تطع کل حلاف مھین ھمازمشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم (سورہ قلم رقم الآیۃ ۱۰. ۱۳)

ترجمہ: اورآپ اطاعت نہ کیجئے ہر ایسے شخص کی جو بہت زیادہ قسمیں کھانے والا ہو، بے قدرا ہو، غیبت کرنیوالا اور چغل خور ہو، خیر سے روکنے والا، حد سے بڑھ جانے والا گنہگار ہو، اکھڑ (اورسخت وترش) مزاج والا اوراس کے بعد بدذات ہو (ترجمہ ختم)

مذکورہ آیات میں تُرش مزاج والے کی برائی بیان ہورہی ہے اوراس کی اطاعت نہ کرنے کا حکم دیا جارہا ہے نیز حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تحقرن من المعروف شیئاً ولو ان تلقیٰ اخاک بوجہ طلق (صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۶۲۶. ۱۴۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کسی بھی نیکی (اورثواب) کے کام کوحقیر مت سمجھواگرچہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو (ترجمہ ختم)

اورایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

فان لم تجد فالق اخاک بوجہ طلق (مسند احمدرقم الحدیث ۲۱۵۱۹)

ترجمہ: پس اگرتم (نیکی کا کوئی کام) نہ پاؤ تو اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے مل لو (ترجمہ ختم)

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ اچھے انداز سے بات کرنا، خندہ پیشانی اور مسکراتے چہرے سے ملاقات کرنا اسلام میں اچھی عادات ہیں جبکہ اکھڑ مزاج اورترش رویے والا ہونا بُری خصلتیں ہیں نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ بھی یہی تھی کہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام سے خوش روئی اور تبسم کے ساتھ پیش آتے تھے اوراگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ سے بات کرتا تو آپ پوری طرح سے اس کی طرف متوجہ ہوکراس کی بات کو سنتے اورایسے اخلاق کا مظاہرہ فرماتے کہ سامنے والے شخص کو یہ گمان ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک میرے سے زیادہ محبوب اور ہردلعزیز کوئی اورنہیں ہے۔اسی طرح نبی ﷺ مزاح بھی فرماتے تھے، مسکراتے بھی تھے جوکہ خوش مزاجی کی ہی ایک قسم ہے،

معزز خواتین! نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں ان مبارک عادات کی پیروی کرنا بلا شبہ عین

Idara Ghufran

عبادت ہے جس سے دنیا وآخرت دونوں کی ترقی وابستہ ہے لیکن آج جس طرف توجہ دلانا مقصود ہے، وہ ایک اور پہلو ہے اور وہ یہ ہے کہ بہت سی خواتین رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات وعادات کو پڑھ اور سن کر اس کو اختیار کرنے کی کوشش کرتی ہیں لیکن کم علمی یا ناواقفیت کی بنا پر اس کی حدود پر قائم نہیں رہتیں چنانچہ کچھ خواتین کے ذہن میں خوش اخلاق اور ہنس مکھ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ہر وقت ہنسی ٹھٹھا اور شغل میلے کی محفلیں قائم رکھی جائیں اور اس میں اتنا زیادہ منہمک ہوا جائے کہ دلوں پر زنگ چڑھ جائے اور آخرت سے بے فکری پیدا ہو جائے اور ہر وقت قہقہے لگا لگا کر بالکل مسخرہ پن اختیار کیا جائے اور اس طرح اپنی عزت اور اپنی بات کی وقعت کو ختم کر دیا جائے جبکہ ایسا کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے اور ایسے مزاح کی شریعت میں مدح یا تعریف بیان نہیں کی گئی بلکہ یہ ارشاد فرمایا گیا ہے

فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا جزاءً بما کانوا یکسبون(سورۃ توبہ رقم الآیۃ۸۲)

ترجمہ: اور اب یہ لوگ (دنیا میں) تھوڑا بہت ہنس لیں اور پھر (آخرت میں) خوب روتے رہیں، کیونکہ جو کچھ یہ کمائی (اعمال) کرتے تھے یہ اسی کا بدلہ ہے (ترجمہ ختم)

اسی طرح کچھ خواتین ہنسی مزاح میں اور دوسروں کو ہنسانے کے لئے ہر طرح کی سچی اور جھوٹی باتوں کو بیان کرنے کو نبی کریم ﷺ کی مزاح فرمانے والی احادیث کو سامنے رکھ کر جائز بلکہ ثواب کا کام سمجھتی ہیں کیونکہ اس میں دوسروں کو راحت پہنچانے کا عنصر پایا جاتا ہے جو کہ شرع میں مستحسن ہے جبکہ درحقیقت یہ سراسر آپ ﷺ کی سیرت سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کی دلجوئی کی خاطر کبھی کبھی مزاح بھی فرماتے تھے لیکن اس مزاح میں بھی کوئی (نعوذ باللہ) جھوٹ یا خلافِ حقیقت بات ارشاد نہیں فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

انہ قال انی لا اقول الا حقاً قال بعض اصحابہٖ فانک تداعبنا یارسول اللہ فقال انی لا اقول الا حقا(مسند احمد رقم الحدیث ۸۴۸۱)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں صرف حق (اور سچ) بات کہتا ہوں آپ کے بعض اصحاب نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ہم سے کبھی کبھی مزاح بھی تو فرماتے ہیں پس آپ نے ارشاد فرمایا میں صرف حق (اور سچ) بات ہی کہتا ہوں (ترجمہ ختم)

Idara Ghufran

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مزاح میں بھی جھوٹ یا خلافِ حقیقت بات نہیں ارشاد فرماتے تھے بلکہ نبی ﷺ نے تو ایسے شخص کے بارے میں وعید سنائی ہے جو دوسروں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولے، حضرت حیدۃ بن قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ویل للذی یحدث بالحدیث لیضحک بہ القوم فلیکذب ویل لہ ویل لہ (سنن الترمذی ابواب الزھد رقم الحدیث ۲۳۱۵)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جو دوسروں کو ہنسانے کے لئے کوئی بات بیان کرے اور پھر اس میں جھوٹ بولے، ہلاکت ہو اس کے لئے، ہلاکت ہو اس کے لئے (ترجمہ ختم)

ملاحظہ فرمائیں جس عمل پر ہلاکت و بربادی کی وعید نبی علیہ السلام بیان فرما رہے ہوں وہ کیسے شریعت کے مطابق ہوسکتا ہے۔

اسی طرح کچھ خواتین مزاح کرنے اور مذاق اڑانے میں فرق نہیں پہچانتیں، شرعی حدود میں رہتے ہوئے کبھی کبھی مزاح کر لینا جائز ہے لیکن کسی کا مذاق اڑانا اور دوسروں کی نگاہ میں اس کو گرانا اور اس کی توہین و تذلیل کر کے خوش ہونا کسی لحاظ سے بھی قابل ستائش عمل نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

یا ایھا الذین آمنو لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منھن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزو بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فائولئک ھو الظالمون (سورۃ الحجرات رقم الآیۃ ۱۱)

اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے وہ ان (تمسخر کرنے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے وہ ان (تمسخر کرنے والیوں) سے اچھی ہوں، اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور ایک دوسرے کو بُرے القاب سے مت پکارو، ایمان کے بعد بُرا نام رکھنا گناہ ہے اور جو (اس طرح کے گناہوں

Idara Ghufran

سے) توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔ (ترجمہ ختم)

مذکورہ آیات میں دوسرے مسلمان مرد یا عورت کے مذاق اڑانے اور بُرے القاب سے پکارنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

نیز بعض مرتبہ کسی کا حد سے زیادہ مذاق اڑایا جائے اور اس کی عزت نفس کو مجروح کیا جائے تو اس کی صلاحیتیں ناکارہ ہو جاتی ہیں اور وہ احساس کمتری کا شکار ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ نفسیاتی مریض بننے یا پاگل ہو جانے کی حد تک نوبت پہنچ جاتی ہے لہٰذا ایسے رذیل اور ناقابل معافی عمل پر نبی ﷺ کی خوش طبعی اور مزاح والی احادیث کو بنیاد بنانا سراسر جہالت ہے۔

معزز خواتین! ہمیں مسلمان ہونے کی حیثیت سے اچھی عادات، خوش طبعی وخوش مزاجی، خندہ پیشانی، اور اس جیسی دوسری عادات اپنانی چاہئیں اور کسی کسی وقت ہلکا پھلکا بے ضرر مزاح بھی کرتی رہیں لیکن کسی کو تکلیف پہنچانا یا کسی کے جذبات سے کھیلنا اور ان کو مجروح کرنا کسی لحاظ سے جائز نہیں اور نہ مزاح کے طور پر جھوٹ، فریب کو اپنانا جائز ہے، نیز اسی طرح گذشتہ صفحات پر جو مزاح وخوش طبعی وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد خواتین کا خواتین کے ساتھ آپس میں مزاح کرنا ہے، کسی نامحرم کے ساتھ مزاح کرنا تو درکنار نرم انداز سے گفتگو اور نزاکت کے ساتھ بات کرنے کی بھی قرآن مجید میں ممانعت آئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰنساء النبی لستن کاحد من النساء ان التقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہٖ مرض وقلن قولا معروفاً (سورہ الاحزاب رقم الآیۃ ۳۲)

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تمام عورتوں کی طرح نہیں ہو لہٰذا تم نزاکت کے ساتھ بات مت کیا کرو کبھی کوئی ایسا شخص بے جا لالچ میں آ جائے جس کے دل میں روگ ہو اور بات وہ کہو جو بھلائی والی ہو (ترجمہ ختم

ملاحظہ فرمائیں جب غیر محرم کے ساتھ نزاکت والے انداز سے بات کرنے کی بھی ممانعت ہے تو مزاح کرنے کے کیا معنی؟ لہٰذا غیر محرم کے ساتھ مزاح کرنا جائز نہیں ہو سکتا، خواہ بالمشافہ ہو یا موبائیل کال یا ایس ایم ایس یا سوشل میڈیا کی کسی ویب سائٹس (فیس بک، ٹویٹر) وغیرہ کے ذریعے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خوش مزاجی اور خوش روئی کی نعمت سے نوازے اور دوسروں کی ہتک عزت اور استہزاء سے بچائے، آمین

Idara Ghufran

مشرکوں کے ساتھ رہنے سہنے پر وعید

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَسَكَنَ مَعَهُ فَإِنَّهُ مِثْلُهُ (ابو داؤد، رقم الحديث ۵۰۲۴، كتاب الجهاد، باب فی الاقامة بارض الشرک)

ترجمہ: جس شخص نے مشرک کے ساتھ (ان کی مذہبی یا قومی رسم وعادت میں) موافقت کی، اوراس کے ساتھ رہائش اختیار کی، تو وہ اسی کے مثل ہے (ابوداؤد)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ لَا تُسَاكِنُوا الْمُشْرِكِينَ وَلَا تُجَامِعُوهُمْ فَمَنْ سَاكَنَهُمْ أَوْ جَامَعَهُمْ فَهُوَ مِثْلُهُمْ (ترمذی، ابواب السير عن رسول الله ﷺ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مشرکوں کے ساتھ رہائش اختیار نہ کرو، اور ان کی (کسی رسم ورواج میں) موافقت نہ کرو، پس جو شخص ان کے ساتھ رہا، یا ان کی موافقت (ومشابہت) کی، تو وہ انہی کے مثل ہے (ترمذی)

اصل ممانعت تو کافروں کی مشابہت وموافقت اختیار کرنے کی تھی، لیکن کیونکہ ان کے ساتھ رہنا سہنا اور اٹھنا بیٹھنا، مختلف کاموں میں ان کی موافقت ومشابہت کا ذریعہ بن جاتا ہے، اور ان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب کا بھی باعث ہوتے ہیں، اس لئے ان کے ساتھ بلاضرورت رہائش اختیار کرنے سے بھی منع کردیا گیا۔

Idara Ghufran

مسلمانوں کے لئے غیر مسلموں کے تہوار نہیں ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا فَقَالَ مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ قَالُوا كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ (ابوداوٗد، رقم الحديث ۹۵۹، كتاب الصلاة، صلاة العيدين، نسائی، مسند ابويعلىٰ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ (مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر) مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینے کے لوگ (جن میں بہت سے لوگ پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکے تھے، سال میں) دو تہوار منایا کرتے تھے، اور ان میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ: یہ دو دن جو تم مناتے ہو ان کی کیا حقیقت اور حیثیت ہے؟ (یعنی تمہارے ان تہواروں کی کیا اصلیت اور تاریخ ہے؟) انھوں نے عرض کیا کہ: ہم جاہلیت میں (اسلام سے پہلے) یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے (بس وہی رواج اب تک چل رہا ہے) تو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں اِن دو تہواروں کے بدلے میں اِن سے بہتر دو دن عطا فرما دیئے ہیں (اب وہی تمہارے قومی اور مذہبی تہوار ہیں) ایک عید الاضحیٰ کا دن، دوسرا عید الفطر کا دن'' (ابوداؤد، نسائی، ابویعلیٰ)

IdaraGhufran

غیر مسلموں کی عید کے موقعہ پر اللہ کی ناراضگی کا نزول

حضرت سعید بن ابی سلمۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :اجْتَنِبُوْا أَعْدَاءَ اللّٰهِ فِیْ عِیْدِهِمْ

(السنن الکبری للبیهقی، رقم الحدیث ۱۹۳۳۴)

ترجمہ: حضرت ابوسلمۃ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے دشمنوں (یعنی غیر مسلموں) کی عیدوں سے بچو (بیہقی)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ :اجْتَنِبُوا أَعْدَاءَ اللّٰهِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى فِي عِيْدِهِمْ يَوْمَ جَمْعِهِمْ فَإِنَّ السَّخَطَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ فَأَخْشَى أَنْ يُصِيْبَكُمْ وَلَا تَعَلَّمُوْا بِطَانَتَهُمْ فَتَخَلَّقُوْا بِخُلُقِهِمْ "(شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث ۹۳۸۵)

ترجمہ: حضرت ابوسلمۃ نے (خلیفۂ راشد) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے دشمنوں یعنی یہود ونصاریٰ کی عیدوں سے بچو، جس دن کہ وہ لوگ جمع ہوتے ہیں، کیونکہ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے، مجھے خوف ہے کہ کہیں (ان کے ساتھ شرکت کرنے سے) تمہیں بھی اللہ تعالیٰ کا غضب نہ پہنچ جائے (بیہقی)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

غیرمسلموں کے ساتھ تشبہ کی حالت میں فوت ہونے پر وعید

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

مَنْ بَنَى بِبِلَادِ الْأَعَاجِمِ وَصَنَعَ نَيْرُوزَهُمْ وَمِهْرَجَانَهُمْ وَتَشَبَّهَ بِهِمْ حَتَّى يَمُوتَ وَهُوَ كَذَلِكَ حُشِرَ مَعَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الجزية، باب كراهية الدخول، رقم الحديث ۱۹۳۳۵)

ترجمہ: جس نے عجمی (یعنی کافر) لوگوں کے شہروں میں گھر بنایا، اوران کے نیروز اور مہرجان (نامی تہواروں) کو منایا، اوران کے ساتھ تشبہ اختیار کی، یہاں تک کہ وہ اسی حال میں فوت ہوگیا، تو وہ قیامت کے دن انہی کے ساتھ اُٹھایا جائے گا (بیہقی)

اس روایت میں عجمیوں سے مراد غیرمسلم ہیں، غیرمسلموں کے ملک وعلاقہ میں بلاضرورت رہنا سہنا شرعاً پسندیدہ عمل نہیں، کیونکہ اس سے مسلمانوں کی دینی اور اخلاقی حالت خطرے میں پڑجاتی ہے، اور پھر غیرمسلموں کے عید وتہوار میں شرکت وشمولیت اختیار کرنا اور بھی بُرا ہے، کیونکہ یہ غیرمسلموں کے ساتھ ان کے مذہبی یا قومی عمل میں تشبہ اختیار کرنے میں داخل ہے، اور جو شخص غیرمسلموں کے ساتھ تشبہ اختیار کرتا رہا، اور اللہ نہ کرے کہ اس کی سچی توبہ کرنے سے پہلے اسی حال میں موت واقع ہوگئی تو وہ قیامت کے دن غیرمسلموں کے ساتھ ہی اُٹھے گا (ماخوذ از ''ماہِ جمادی الاولیٰ وجمادی الاخریٰ''، مطبوعہ: ادارہ غفران)

Idara Ghufran

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

غیرحنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم (قسط۲)

(۲)......امام کومقتدیوں کے مسلک کی رعایت کاحکم

اس سلسلہ میں دوسرا اصول یہ ہے کہ نماز باجماعت میں امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ فروعی اختلافی مسائل میں ممکنہ حدتک اپنے مقتدیوں کے مسلک اوران کے زعم وگمان کی رعایت رکھے،مثلاً اگرکوئی شافعی امام ہے،جس کےنزدیک خون نکلنے سے وضونہیں ٹوٹتااوراس کاکوئی مقتدی ایساہے،جس کےگمان کےمطابق خون نکلنے سے وضوٹوٹ جاتاہے،تواس شافعی امام کے لئےمستحب ہےکہ وہ اپنے مقتدی کی رعایت رکھتے ہوئےخون نکلنےپروضوکرکےہی نمازپڑھائے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔ [۱]

(۳)......رکعاتِ وترکی تعدادمیں فقہاءکےاقوال

اس سلسلہ میں تیسرااصول نمازِوترکی کم ازکم یازیادہ سے زیادہ رکعات کےمتعلق ہے،اوراس سلسلہ میں فقہائےکرام کی آراءمختلف ہیں۔

شافعیہاورحنابلہ کےنزدیک نمازِوترکی کم ازکم ایک رکعت ہے،اورنمازِوترکی ایک رکعت کاپڑھناان کے نزدیک بلاکراہت جائزہے۔ [۲]

---

[۱] مراعاة الإمام للمصلين خلفه إن كانوا يخالفونه فى أحكام الصلاة:تقدم ذكر مراعاة الخلاف وشروطها، وأنها مستحبة .ومراعاة إمام الصلاة أن يأتى بما يعتقده المأموم شرطا أو ركنا أو واجبا، ولو لم يعتقده الإمام كذلک .وكذلک فيما يعتقده المأموم من سنة الصلاة .ولا تتأتى المراعاة، على ما صرح به بعض الحنفية، فيما هو سنة عند المأموم ومكروه عند الإمام، كرفع اليدين فى الانتقالات، وجهر البسملة. فهذا وأمثاله لا يمكن الخروج فيه من عهدة الخلاف "فكلهم يتبع مذهبه "ولكن قال ابن تيمية " :إن كان الخلاف فى الأفضل فقد استحب الأئمة أحمد وغيره أن يدع الإمام ما هو عنده أفضل إذا كان فيه تأليف للمأمومين .فإذا لم يمكنه نقلهم إلى الأفضل كانت المصلحة الحاصلة بموافقتهم أرجح (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲،ص۳۰۲،مادة "اختلاف")

[۲] عدد ركعات صلاة الوتر :أقل صلاة الوتر عند الشافعية والحنابلة ركعة واحدة .قالوا :ويجوز ذلک بلا كراهة لحديث :صلاة الليل مثنى مثنى، فإذا خفت الصبح فأوتر بواحدة والاقتصار عليها خلاف الأولى، لكن فى قول عند الشافعية :شرط الإيتار بركعة سبق نفل بعد العشاء من سنتها، أو غيرها ليوتر النفل .وفى قول عند الحنابلة -خلاف الصحيح من المذهب :-يكره الإيتار بركعة حتى فى حق المسافر، تسمى البتيراء ، ذكره صاحب الإنصاف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۲۹۳، مادة "صلاة الوتر")

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اورحنفیہ کے نزدیک نمازِ وتر ایک سلام کے ساتھ تین رکعات نمازِ مغرب کی طرح ہیں، نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ، اورحنفیہ کے نزدیک وتر کی ایک رکعت کا پڑھنا جائز نہیں۔[۱]

اورشافعیہ اورحنابلہ کے نزدیک وتر کی زیادہ سے زیادہ گیارہ اورایک قول کے مطابق تیرہ رکعات ہیں۔

البتہ شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک وتر کا ادنیٰ کمال تین رکعات ہیں، اورایک رکعت پر اکتفاء کرنا خلافِ اولیٰ ہے، اورتین رکعات سے زیادہ اکمل درجہ پانچ رکعات اور پھر سات رکعات اور پھر نو رکعات اور پھر گیارہ رکعات پڑھنے کا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔[۲]

اور مالکیہ کے نزدیک وتر کی ایک رکعت اس طرح ہے کہ اس سے پہلے الگ سلام کے ساتھ کم از کم دو رکعات نفل پڑھے جائیں، خواہ وہ دو رکعات نمازِ عشاء کے بعد کی دو رکعت سنتوں کی شکل میں ہوں، یا کوئی اور ہوں، اوران حضرات کے نزدیک وتر کی ایک رکعت اس طرح پڑھنا کہ اس سے پہلے کم از کم دو رکعت نفل الگ سلام کے ساتھ نہ پڑھے جائیں، بلاعذر ایسا کرنا مکروہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔[۳]

---

[۱] ومنها بيان مقداره فعندنا الوتر ثلاث ركعات بتسليمة واحدة فى الأوقات كلها (تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ا، ص ۲۰۲، باب صلاة الوتر)

وهى ثلاث (ف)ركعات كالمغرب لا يسلم بينهن (الاختيار لتعليل المختار، ج ا، ص ۵۵، باب صلاة الوتر)

[۲] وقال الحنفية : لا يجوز الإيتار بركعة، لأن النبى صلى الله عليه وسلم نهى عن البتيراء قالوا " :روى أن عمر -رضى الله عنه -رأى رجلا يوتر بواحدة، فقال :ما هذه البتيراء ؟ لتشفعنها أو لأؤدبنك. وقال الشافعية والحنابلة :أكثر الوتر إحدى عشرة ركعة، وفى قول عند الشافعية أكثره ثلاث عشرة ركعة، ويجوز بما بين ذلك من الأوتار؛ لقول النبى صلى الله عليه وسلم :من أحب أن يوتر بخمس فليفعل، ومن أحب أن يوتر بثلاث فليفعل، ومن أحب أن يوتر بواحدة فليفعل .وقوله :أوتروا بخمس أو سبع أو تسع أو إحدى عشرة وقالت أم سلمة -رضى الله عنها :-كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بثلاث عشرة ركعة .لكن قال المحلى :يحمل هذا على أنها حسبت فيه سنة العشاء .وأدنى الكمال عند الشافعية والحنابلة ثلاث ركعات، فلو اقتصر على ركعة كان خلاف الأولى .ونص الحنابلة :على أنه لا يكره الإيتار بركعة واحدة، ولو بلا عذر .وأكمل من الثلاث خمس، ثم سبع، ثم تسع ثم إحدى عشرة، وهى أكمله .أما الحنفية : فلم يذكروا فى عدده إلا ثلاث ركعات، بتشهدين وسلام، كما يصلى المغرب .واحتجوا بقول عائشة - رضى الله عنها -كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بثلاث لا يسلم إلا فى آخرهن وفى الهداية :حكى الحسن إجماع المسلمين على الثلاث .قال ابن الهمام :وهو مروى عن فقهاء المدينة السبعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۲۹۴، مادة "صلاة الوتر")

[۳] أما عند المالكية :فإن الوتر ركعة واحدة، لكن لا تكون إلا بعد شفع يسبقها .واختلف :هل تقديم الشفع شرط صحة أو كمال؟ قالوا :وقد تسمى الركعات الثلاث وترا إلا أن ذلك مجاز، والوتر فى الحقيقة هو الركعة الواحدة .ويكره أن يصلى واحدة فقط، بل بعد نافلة، ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ نمازِ وتر کی ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیرنے کے ناجائز ہونے کا قول حنفیہ کا ہے، اور حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام (امام شافعی، امام احمد اور امام مالک رحمہم اللہ) کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے، اور ایک وتر پڑھ کر سلام پھیرنے کی صورت میں حنفیہ کے علاوہ دیگر حضراتِ فقہائے کرام نزدیک نمازِ وتر درست ہوجاتی ہے، اور دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

لہٰذا حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک دو رکعت پر سلام پھیر کر وتر کی تیسری رکعت الگ سے پڑھنے والے امام کی اقتداء میں نماز درست ہونے میں شبہ نہیں، خواہ مقتدی بھی دو رکعت پر امام کے ساتھ سلام پھیرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وأقل تلک النافلة رکعتان، ولا حد لأکثرها .قالوا :والأصل فی ذلک حدیث : صلاة اللیل مثنى مثنى، فإذا خشی أحدکم الصبح صلى رکعة واحدة توتر له ما قد صلى .

ویستثنى من کراهة الإیتار برکعة واحدة من کان له عذر، کالمسافر والمریض، فقد قیل :لا یکره له ذلک، وقیل :یکره له أیضا .فإن أوتر دون عذر بواحدة دون شفع قبلها، قال أشهب :یعید وتره بأثر شفع ما لم یصل الصبح .وقال سحنون :إن کان بحضرة ذلک أی بالقرب، شفعها برکعة ثم أوتر، وإن تباعد أجزأه .

وقالوا :لا یشترط فی الشفع الذی قبل رکعة الوتر نیة تخصه، بل یکتفی بأی رکعتین کانتا (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۷ ص۲۹۳ الیٰ ۲۹۵، مادة "صلاة الوتر")

[۱] وقال المالکیة :الوتر رکعة واحدة، یتقدمها شفع، (سنة العشاء البعدیة) .ویفصل بینهما بسلام، یقرأ فیها بعد الفاتحة :الإخلاص والمعوذتین.وکذلک قال الحنابلة الوتر رکعة، قال أحمد :إنا نذهب فی الوتر إلى رکعة، وإن أوتر بثلاث أو أکثر فلا بأس.وقال الشافعیة :أقل الوتر رکعة، وأکثره إحدى عشرة، والأفضل لمن زاد على رکعة الفصل بین الرکعات بالسلام، فینوی رکعتین من الوتر ویسلم، ثم ینوی رکعة من الوتر ویسلم، لما روى ابن حبان :أنه صلى الله علیه وسلم کان یفصل بین الشفع والوتر.

ودلیل المالکیة والحنابلة وهو دلیل الشافعیة على أقل الوتر :خبر مسلم عن ابن عمر وابن عباس :الوتر رکعة من آخر اللیل وروى أبو داود من حدیث أبی أیوب السابق :من أحب أن یوتر بواحدة فلیفعل، وفی صحیح ابن حبان من حدیث ابن عباس :أنه صلى الله علیه وسلم أوتر بواحدة .وأدنى الکمال ثلاث، وأکمل منه خمس، ثم سبع، ثم تسع، ثم إحدى عشرة فأکثره إحدى عشرة للأخبار الصحیحة، منها خبر عائشة :ما کان رسول الله صلى الله علیه وسلم یزید فی رمضان ولا غیره على إحدى عشرة رکعة فلا تصح الزیادة علیها کسائر الرواتب .وفی روایة لمسلم عن عائشة :کان رسول الله صلى الله علیه وسلم یصلی فیما بین أن یفرغ من صلاة العشاء إلى الفجر إحدى عشر رکعة، یسلم بین کل رکعتین، ویوتر بواحدة وقال النبی صلى الله علیه وسلم :صلاة اللیل مثنى مثنى، فإذا خفت الصبح، فأوتر بواحدة .

والوتر بخمس ثابت فی حدیث أبی أیوب السابق :الوتر حق واجب على کل مسلم، فمن أحب أن یوتر بخمس فلیوتر ..، وروى عن زید بن ثابت :أنه کان یوتر بخمس، لا ینصرف إلا فی آخرها .وفی حدیث

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اوراس کی وجہ یہ ہے کہ تین رکعت کے علاوہ کئی معتبر ومستند احادیث میں ایک رکعت نمازِ وتر پڑھنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾عائشة المتفق عليه :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل ثلاث عشرة ركعة، يوتر من ذلك بخمس، لايجلس فى شىء منها إلا فى آخرها وروى مثل ذلك عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم ، وعن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :لا توتروا بثلاث، أو تروا بخمس أو سبع، ولاتشبهوا بصلاة المغرب .

والوتر بسبع أو تسع ثبت فى حديث عائشة عند مسلم وأبى داود، وأيدها بذلك ابن عباس.

والوتر بإحدى عشرة ثبت أيضا فى حديث عائشة المتقدم فى الصحيحين .قال أحمد رحمه الله :الأحاديث التى جاء ت أن النبى صلى الله عليه وسلم أوتر بركعة كان قبلها صلاة متقدمة(الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج۲ص ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، الباب الثانى، الفصل السادس، المبحث السابع)

۱؎ عن الزهرى، قال :أخبرنى سالم بن عبد الله، أن عبد الله بن عمر رضى الله عنهما، قال: إن رجلا قال :يا رسول الله، كيف صلاة الليل؟ قال :مثنى مثنى، فإذا خفت الصبح، فأوتر بواحدة(بخارى ، رقم الحديث ۱۱۳۷)

عن ابن شهاب، قال :أخبرنى عطاء بن يزيد الليثى، أنه سمع أبا أيوب الأنصارى، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال :الوتر حق، فمن أحب أن يوتر بخمس فليوتر، ومن أحب أن يوتر بثلاث فليوتر، ومن أحب أن يوتر بواحدة فليوتر بها، ومن شق عليه ذلك فليومء إيماء (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۲۴۰۷، باب الوتر)

قال شعيب الارنوؤط: إسناده قوى على شرط مسلم (حاشية ابن حبان)

أخبرنى ابن شهاب، قال :حدثنى عطاء بن يزيد، عن أبى أيوب، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :الوتر حق، فمن شاء أوتر بسبع، ومن شاء أوتر بخمس، ومن شاء أوتر بثلاث، ومن شاء أوتر بواحدة(سنن النسائى، رقم الحديث ۱۷۱۰)

عن شرحبيل بن سعد، قال :سمعت جابر بن عبد الله، قال :رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم أناخ راحلته، ثم نزل فصلى عشر ركعات ركعتين ركعتين ، ثم أوتر بواحدة، وصلى ركعتى الفجر، ثم صلى الصبح (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۲۶۲۹)

قال شعيب الانوؤط: رجاله ثقات رجال الشيخين غير شرحبيل بن سعد، وهو ضعيف يكتب حديثه كما سبق، يحيى بن حسان :هو ابن حيان التنيسى .وأخرجه ابن خزيمة فى "صحيحه(۱۲۶۱)" عن محمد بن مسكين، بهذا الإسناد (حاشية ابن حبان)

عن شرحبيل بن سعد قال :سمعت جابر بن عبد الله قال :رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم أناخ راحلته، ثم نزل، فصلى عشر ركعات، وأوتر بواحدة، صلى ركعتين ركعتين، ثم أوتر بواحدة، ثم صلى ركعتى الفجر، ثم صلى بنا الصبح (صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث ۱۰۷۵)

قال الأعظمى :إسناده صحيح.

حدثنا المطلب بن عبد الله، قال :سأل ابن عمر رجل فقال :كيف أوتر؟ قال :أوتر بواحدة ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی ایک سلام کے ساتھ تین رکعت پڑھنے کے ساتھ ساتھ وتر کی ایک رکعت پڑھنے یا دو رکعت پر سلام پھیر کر وتر کی ایک رکعت الگ سے پڑھنے کا قول بھی بلا دلیل نہیں ہے، بلکہ وہ بھی صحیح احادیث پر مبنی ہے۔

(۴)......فقہائے کرام کے نزدیک نمازِ وتر کے طریقے

اس سلسلہ میں چوتھا اصول نمازِ وتر کے طریقہ سے متعلق ہے، اور مختلف فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں نمازِ وتر پڑھنے کے طریقے جُدا ہیں۔

چنانچہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک نمازِ وتر کی ایک رکعت پڑھنے کی صورت میں وتر کی ایک رکعت پڑھنے کا طریقہ واضح ہے، جس میں ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا جاتا ہے، اور اس میں کسی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ [1]

اور وتر کی تین رکعات پڑھنے کی صورت میں حنفیہ کے نزدیک صرف ایک طریقہ متعین ہے، اور وہ یہ ہے کہ ایک سلام کے ساتھ وتر کی تین رکعتیں مغرب کی نماز کی طرح یعنی دوسری رکعت پر قعدہ کرکے پڑھی جائیں گی۔

جبکہ مالکیہ کے نزدیک پہلے سنت یا نفل کی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرا جائے گا، اور پھر وتر کی ایک رکعت کو علیٰحدہ سے پڑھا جائے گا۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک وتر کی تین رکعتوں کو حنفیہ کے طریقہ پر ایک سلام اور دو قعدوں کے ساتھ پڑھنا بھی درست ہے، اور مالکیہ کی طرح دو رکعت پر سلام پھیر کر تیسری رکعت کو الگ سے پڑھنا بھی درست ہے، اور وتر کی تین رکعتوں کو اس طرح پڑھنا بھی درست ہے کہ دوسری رکعت پر بالکل قعدہ نہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال :إنى أخشى أن يقول الناس البتيراء ، فقال :سنة الله ورسوله ، يريد: هذه سنة الله ورسوله صلى الله عليه وسلم " (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۱۱۷۶)

قال شعيب الانوؤط: إسناده ضعيف لانقطاعه، قال البخارى :لا أعرف للمطلب سماعًا من أحد من الصحابة إلا قوله :حدثنى من شهد خطبة النبى -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .-وقال أبو حاتم :روى عن ابن عباس وابن عمر، لا ندرى سمع منهما أم لا، لا يذكر الخبر .وأخرجه ابن خزيمة (۱۰۷۴)والطحاوى فى "شرح معانى الآثار ۱/۲۷۹"والخطيب البغدادى فى "موضح أوهام الجمع والتفريق ۱/۱۲۸ ـ ۱۲۹"و ۱۲۹، والبيهقى ۳/۲۶من طرق عن الأوزاعى، به.ويغنى عنه الحديثان السالفان قبله وحديث عائشة الآتى بعده (حاشية ابن ماجه)

[1] صفة صلاة الوتر:أولا :الفصل والوصل:المصلى إما أن يوتر بركعة، أو بثلاث، أو بأكثر:

أ -فإن أوتر المصلى بركعة -عند القائلين بجوازه -فالأمر واضح(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ص۲۹۵، مادة "صلاة الوتر")

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کیا جائے، اور قعدہ صرف تیسری یا آخری رکعت پر ہی کیا جائے، اور پھر سلام پھیرا جائے۔ ۱؎

اور جو حضرات وتر کی تین رکعات سے زیادہ کے جواز کے قائل ہیں، جیسا کہ شافعیہ اور حنابلہ، تو ان کے نزدیک تین سے زیادہ وتر کی رکعات پڑھنے کی صورت میں ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دینا بھی درست ہے، اور صرف آخر میں سلام پھیرنا بھی درست ہے، اور ان میں سے کون سا طریقہ افضل ہے، اس میں ان حضرات کی آراء مختلف ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲؎

۱؎ ب -وإن أوتر بثلاث، فله ثلاث صور:

الصورة الأولى :أن يفصل الشفع بالسلام، ثم يصلي الركعة الثالثة بتكبيرة إحرام مستقلة .وهذه الصورة عند غير الحنفية، وهي المعينة عند المالكية، فيكره ما عداها، إلا عند الاقتداء بمن يصل.وأجازها الشافعية والحنابلة، وقالوا :إن الفصل أفضل من الوصل، لزيادته عليه السلام وغيره .وفي قول عند الشافعية :إن كان إماما فالوصل أفضل، لأنه يقتدي به المخالف، وإن كان منفردا فالفصل أفضل .قالوا :ودليل هذه الصورة ما ورد عن ابن عمر -رضي الله عنهما -أنه قال :كان النبي صلى الله عليه وسلم يفصل بين الشفع والوتر بتسليمة وورد :أن ابن عمر -رضي الله عنهما -كان يسلم من الركعتين حتى يأمر ببعض حاجته.

وصرح الحنابلة بأنه يسن فعل الركعة بعد الشفع بعد تأخير لها عنه .نص على ذلك أحمد .ويستحب أن يتكلم بين الشفع والوتر ليفصل .وذكر الشافعية أنه ينوي في الركعتين إن أراد الفصل :(ركعتين من الوتر)أو (سنة الوتر) أو (مقدمة الوتر) قالوا :ولا يصح بنية (الشفع) أو (سنة العشاء) أو (صلاة الليل)

الصورة الثانية :أن يصلي الثلاث متصلة سردا، أي من غير أن يفصل بينهن بسلام ولا جلوس، وهي عند الشافعية والحنابلة أولى من الصورة التالية .واستدلوا لهذه الصورة بأن النبي صلى الله عليه وسلم :كان يوتر بخمس، لا يجلس إلا في آخرها .

وهذه الصورة مكروهة عند المالكية، لكن إن صلى خلف من فعل ذلك فيواصل معه .

الصورة الثالثة :الوصل بين الركعات الثلاث، بأن يجلس بعد الثانية فيتشهد ولا يسلم، بل يقوم للثالثة ويسلم بعدها، فتكون في الهيئة كصلاة المغرب، إلا أنه يقرأ في الثالثة سورة بعد الفاتحة خلافا للمغرب.

وهذه الصورة هي المتعينة عند الحنفية .قالوا :فلو نسي فقام للثالثة دون تشهد فإنه لا يعود، وكذا لو كان عامدا عند أبي حنيفة، وهذا استحسان .والقياس أن يعود، واحتجوا لتعينها بقول أبي العالية " :علمنا أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم :أن الوتر مثل صلاة المغرب، فهذا وتر الليل، وهذا وتر النهار "

وقال الشافعية :هي جائزة مع الكراهة؛ لأن تشبيه الوتر بالمغرب مكروه.

وقال الحنابلة :لا كراهة إلا أن القاضي أبا يعلى منع هذه الصورة .وخير ابن تيمية بين الفصل والوصل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ص ۲۹۵،۲۹۶، مادة "صلاة الوتر")

۲؎ ج -أن يصلي أكثر من ثلاث:وهو جائز -كما تقدم -عند الشافعية والحنابلة.

قال الشافعية :فالفصل بسلام بعد كل ركعتين أفضل، لحديث :كان صلى الله عليه وسلم يصلي فيما بين أن يفرغ من صلاة العشاء إلى الفجر بإحدى عشرة ركعة ويسلم من كل ركعتين، ويوتر بواحدة ويجوز أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص وتر کی صرف ایک رکعت پڑھے، یا پہلے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے، اور پھر وتر کی ایک مستقل رکعت الگ سے پڑھے، تو حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام (شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ) کے نزدیک دونوں صورتوں میں منفرد، امام اور مقتدی سب کی طرف سے وتر کی نماز درست اور معتبر ہو جاتی ہے، خواہ دو رکعت پر سلام پھیرنے کو قاطعِ صلاۃ کہا جائے، یا کچھ اور۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵)......وتر کے واجب یا سنت ہونے کا مسئلہ

اس سلسلہ میں پانچواں اصول نمازِ وتر کے درجہ سے متعلق ہے، اور فقہائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے، یا سنت ہے؟

پس جمہور فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اور امام ابو حنیفہ سے مروی ایک روایت کے مطابق وتر کی نماز تطوع میں داخل ہے، البتہ اس کا درجہ سنتِ مؤکدہ ہے۔

جبکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ وتر کی نماز تطوع سے اوپر واجب درجہ میں داخل ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ یصلی أربعا بتسلیمة، وستا بتسلیمة، ثم یصلی رکعة، وله الوصل بتشهد، أو تشهدین فی الثلاث الأخیرة .وقال الحنابلة :إن أوتر بخمس أو سبع فالأفضل أن یسردهن سردا فلا یجلس إلا فی آخرهن، لحدیث عائشة -رضی الله عنها :-کان النبی صلی الله علیه وسلم یصلی من اللیل ثلاث عشرة رکعة یوتر من ذلک بخمس لا یجلس إلا فی آخرها .ولحدیث أم سلمة -رضی الله عنها -قالت :کان النبی صلی الله علیه وسلم یوتر بخمس، وسبع، لا یفصل بینهن بتسلیم وإن أوتر بتسع فالأفضل أن یسرد ثمانیا، ثم یجلس للتشهد ولا یسلم، ثم یصلی التاسعة ویتشهد ویسلم.ویجوز فی الخمس والسبع والتسع أن یسلم من کل رکعتین.وإن أوتر بإحدی عشرة فالأفضل أن یسلم من کل رکعتین، ویجوز أن یسرد عشرا، ثم یتشهد، ثم یقوم فیأتی بالرکعة ویسلم، ویجوز أن یسرد الإحدی عشرة فلا یجلس ولا یتشهد إلا فی آخرها (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۷ص ۲۹۶، ۲۹۷ ، مادة "صلاة الوتر")

[1] الوتر هل هو سنة راتبة أو واجب؟قال المالکیة، والشافعیة، والحنابلة، والصاحبان وروایة ثالثة عن أبی حنیفة :الوتر سنة مؤکدة .وصرح الشافعیة بعد الوتر من السنن الرواتب .قال الخطیب الشربینی :الوتر قسم من الرواتب کما فی الروضة علی المعتمد، وقیل :هو قسیم لها، والوتر أفضل السنن .وقال جمهور الفقهاء ما عدا الحنفیة :أقله رکعة وأکثره إحدی عشرة رکعة.

وأقل الکمال فیه عند الحنفیة ثلاث رکعات بتسلیمة واحدة فی الأوقات کلها، وأکثره إحدی عشرة رکعة یقنت فی الرکعة الأخیرة .وذهب أبو حنیفة فی الراجح عنه إلی أن الوتر واجب .وقال زفر وهو روایة ثانیة عند أبی حنیفة :هو فرض .والتفصیل فی (صلاة الوتر)(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۵ص ۲۷۹ ، مادة "السنن الرواتب")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور تطوع کے مفہوم میں نفل ومستحب کے ساتھ ساتھ سنت نماز تو داخل ہوتی ہے، مگر واجب نماز داخل نہیں ہوتی، لہٰذا اگر کوئی شخص (خواہ امام ہو، یا مقتدی، یا منفرد) تطوع یا سنت کی نیت سے وتر کی نماز پڑھے، تو مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک وتر کی نماز درست اور ادا ہوجاتی ہے۔

لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے راجح قول کے مطابق بہت سے مشائخِ حنفیہ نے فرمایا کہ ادا نہیں ہوتی، اور اس نیت کے ساتھ وتر کی نماز پڑھنے والے امام کی اقتداء میں وتر کو واجب سمجھنے والے مقتدی کی نماز بھی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذهب جمهور الفقهاء إلى أن الوتر سنة مؤكدة، وليس واجبا، ودليل سنيته قول النبى صلى الله عليه وسلم: إن الله وتر يحب الوتر، فأوتروا يا أهل القرآن وأن النبى صلى الله عليه وسلم فعله وواظب عليه.

واستدلوا لعدم وجوبه بما ثبت :أن النبى صلى الله عليه وسلم سأله أعرابى :عما فرض الله عليه فى اليوم والليلة؟ فقال :خمس صلوات، فقال :هل على غيرها؟ قال :لا إلا أن تطوع .

وعن عبد الله بن محيريز أن رجلا من بنى كنانة يدعى المخدجى سمع رجلا بالشام يكنى أبا محمد، يقول: الوتر واجب .قال المخدجى :فرحت إلى عبادة بن الصامت -رضى الله عنه -فاعترضت له وهو رائح إلى المسجد، فأخبرته بالذى قال أبو محمد، فقال عبادة :كذب أبو محمد، سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يقول :خمس صلوات كتبهن الله على العباد، من جاء بهن، لم يضيع منهن شيئا، استخفافا بحقهن، كان له عند الله عهد أن يدخله الجنة، ومن لم يأت بهن فليس له عند الله عهد، إن شاء عذبه وإن شاء أدخله الجنة .وقال على -رضى الله عنه -الوتر ليس بحتم كهيئة الصلاة المكتوبة، ولكن سنة، سنها رسول الله صلى الله عليه وسلم قالوا :ولأن الوتر يجوز فعله على الراحلة لغير الضرورة، وثبت ذلك بفعل النبى صلى الله عليه وسلم قال ابن عمر -رضى الله عنهما :-كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسبح على الراحلة قبل أى وجه توجه، ويوتر عليها، غير أنه لا يصلى عليها المكتوبة فلو كانت واجبة لما صلاها على الراحلة، كالفرائض .

وذهب أبو حنيفة -خلافا لصاحبيه -وأبو بكر من الحنابلة :إلى أن الوتر واجب، وليس بفرض، وإنما لم يجعله فرضا؛ لأنه لا يكفر جاحده، ولا يؤذن له كأذان الفرائض، واستدل بوجوبه بقول النبى صلى الله عليه وسلم :الوتر حق، فمن لم يوتر فليس منا كرر ثلاثا وبقوله صلى الله عليه وسلم :إن الله تعالى أمدكم بصلاة هى خير لكم من حمر النعم، وهى صلاة الوتر، فصلوها ما بين صلاة العشاء إلى صلاة الفجر وهو أمر، والأمر يقتضى الوجوب، والأحاديث الآمرة به كثيرة؛ ولأنه صلاة مؤقتة تقضى.

وروى عن أبى حنيفة :أنه سنة، وعنه رواية ثالثة :أنه فرض، لكن قال ابن الهمام :مراده بكونه سنة :أنه ثبت بالسنة،فلا ينافى الوجوب، ومراده بأنه فرض :أنه فرض عملى، وهو الواجب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧ص ٢٩٠، ٢٩١، مادة "صلاة الوتر")

الوتر مطلوب بالإجماع، لقوله صلى الله عليه وسلم :يا أهل القرآن أوتروا فإن الله وتر يحب الوتر، وكان واجبا على النبى صلى الله عليه وسلم، لحديث :ثلاث كتبن على ولم تكتب عليكم :الضحى، والأضحى،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مذکورہ حضرات کے نزدیک ادا نہیں ہوتی۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والوتر.وهو واجب كصلاة العيدين عند أبى حنيفة، سنة مؤكدة وآكد السنن عند الصاحبين وبقية الفقهاء .
استدل أبو حنيفة بقوله صلى الله عليه وسلم :إن الله تعالى زادكم صلاة، ألا وهى الوتر، فصلوها ما بين العشاء إلى طلوع الفجر وهو أمر والأمر للوجوب، وإنما لم يكفر جاحده باتفاق الحنفية؛ لأن وجوبه ثبت بسنة الآحاد، وهو معنى ما روى عنه أنه سنة .وبناء عليه لا يجوز عنده أداؤه قاعدا أو على الدابة بلا عذر.
ويؤيده أحاديث أخرى، منها حديث أبى أيوب :الوتر حق، فمن أحب أن يوتر بخمس فليفعل، ومن أحب أن يوتر بثلاث فليفعل، ومن أحب أن يوتر بواحدة فليفعل.
وحديث بريدة :الوتر حق، فمن لم يوتر، فليس منا.
واستدل الجمهور على سنيته بأحاديث كثيرة منها :قوله صلى الله عليه وسلم للأعرابى، حين سأله عما فرض الله عليه من الصلاة؟ قال :خمس صلوات، قال :هل على غيرها؟ قال :لا إلا أن تطوع .
وكذب عبادة بن الصامت رجلا يقول :الوتر واجب، وقال :سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول :خمس صلوات كتبهن الله على العبد فى اليوم والليلة وعن على قال :الوتر ليس بحتم كهيئة الصلاة المكتوبة، ولكنه سنة سنها النبى صلى الله عليه وسلم.ولأنه يجوز فعله على الراحلة من غير ضرورة، فأشبه السنن، وروى ابن عمر :أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يوتر على بعيره .وهذا الرأى هو الحق؛ لأن أحاديث أبى حنيفة إن صحت فهى محمولة على التأكيد، وقد تكلم المحدثون فيها، فحديث من لم يوتر فليس منا فيه ضعيف، وحديث أبى أيوب الوتر حق وإن كان رواته ثقاتا، فمحمول على تأكيد الاستحباب، لقول الإمام أحمد :من ترك الوتر عمدا فهو رجل سوء، لا ينبغى أن تقبل له شهادة(الفقه الاسلامى وادلتهٗ للزحيلى، ج۲ ص۱۰۰۹ الیٰ ۱۰۱۱، الباب الثانى، الفصل السادس، المبحث السابع)

۱ التطوع :اسم لما شرع زيادة على الفرض والواجب وهو فرد من أفراد التبرع، فالتبرع قد يكون واجبا، وقد لا يكون واجبا، ويكون التطوع أيضا فى العبادات، وهى النوافل كلها الزائدة عن الفروض والواجبات (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۰، ص٦۵، مادة ”تبرع“)
أنهم يتوسعون بإطلاق التطوع على ما عدا الفرائض والواجبات، وبذلك يكون التطوع والسنة والنفل والمندوب والمستحب والمرغب فيه ألفاظا مترادفة، ولذلك قال السبكى :إن الخلاف لفظى .
غاية الأمر أن ما يدخل فى دائرة التطوع بعضه أعلى من بعض فى الرتبة، فأعلاه هو السنة المؤكدة، كالعيدين، والوتر عند الجمهور، وكركعتى الفجر عند الحنفية .ويلى ذلك المندوب أو المستحب كتحية المسجد، ويلى ذلك ما ينشئه الإنسان ابتداء ، لكن كل ذلك يسمى تطوعا والأصل فى ذلك قول النبى صلى الله عليه وسلم للرجل -الذى سأل بعدما عرف فرائض الصلاة والصيام والزكاة :هل على غيرها؟ فقال له :لا، إلا أن تطوع(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۲، ص۱۴۷، مادة ”تطوع)
والتطوع فى العبادات، منه ما هو مطلق كالتهجد والصوم، ومنه ما هو مقيد كصلاة الكسوف والسنن الرواتب مع الفرائض، وكصيام عرفة وعاشوراء .أما التطوع المطلق، فيصح عند جميع الفقهاء أداؤه دون تعيينه بالنية، وتكفى نية مطلق الصلاة أو مطلق الصوم.
أما التطوع المعين كالرواتب والوتر والتراويح، وصلاة الكسوف والاستسقاء ، وصيام يوم عاشوراء ، فإنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ متعدد مشائخِ حنفیہ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا کہ نمازِ وتر کو تطوع اور سنت سمجھنے والے امام کی اقتداء میں وتر کی نماز کا پڑھنا جائز ہے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔ [۱]

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ جمہور فقہائے کرام کے نزدیک نمازِ وتر کے سنت اور تطوع میں داخل ہونے کی وجہ سے، نمازِ وتر کو بلاعذر بیٹھ کر اور بلاعذر سواری پر پڑھنا بھی جائز ہے۔ [۲]

(۶)......مجتہد کو اپنے اجتہاد کے مطابق عمل وفتوے کا حکم

اس سلسلہ میں چھٹا اصول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اہلُ السنۃ والجماعۃ کے کسی مخصوص فقہی مسلک سے تعلق رکھتا ہو، اور اُس میں اجتہادی شان پائی جاتی ہو، خواہ وہ جزوی درجہ کی ہو، جس کے پیشِ نظر وہ دلائل میں غور وفکر کرکے کسی مسئلہ میں ایسے قول کو راجح سمجھے، جس کو اس کے مخصوص فقہی مسلک میں مرجوح قرار دیا گیا ہے، یا وہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے کسی دوسرے امام کے قول کو راجح سمجھے، تو اُس کو اپنے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يشترط فيه تعيينه بالنية، وذلك عند المالكية والشافعية والحنابلة وبعض مشايخ الحنفية، غير أن المالكية حددوا المعين عندهم بأنه :الوتر والعيدان وصلاة الكسوف والاستسقاء ورغيبة الفجر، أما غير ذلك فهو من المطلق عندهم .والصحيح المعتمد عند الحنفية أن التطوع المعين أو المقيد يصح دون تعيينه، وأنه يكفي فيه مطلق النية كالتطوع المطلق، وهو ما عليه أكثر مشايخ الحنفية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۲ ص ۱۶۲، ۱۶۳، مادة "تطوع")

[۱] ولو اقتدى الحنفي بمن يرى الوتر سنة يجوز لضعف دليل وجوبه ذكره في "مختصر المحيط" (البناية شرح الهداية، ج۲ ص ۵۰۲، كتاب الصلاة، باب صلاة الوتر)

[۲] ذهب الحنفية إلى أن صلاة الوتر لا تصح إلا من قيام، إلا لعاجز، فيجوز أن يصليها قاعدا، ولا تصح على الراحلة من غير عذر .

وذهب جمهور الفقهاء -المالكية والشافعية والحنابلة -إلى أنه تجوز للقاعد أن يصليها ولو كان قادرا على القيام، وإلى جواز صلاتها على الراحلة ولو لغير عذر .وذلك مروى عن على وابن عمر وابن عباس والثورى وإسحاق -رضى الله عنهم -قالوا :لأنها سنة، فجاز فيها ذلك كسائر السنن.

واحتجوا لذلك بما ورد من حديث ابن عمر -رضى الله عنهما -أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يسبح على الراحلة قبل أى وجه توجه، ويوتر عليها، غير أنه لا يصلى عليها المكتوبة وعن سعيد بن يسار أنه قال : كنت أسير مع ابن عمر -رضى الله عنهما -بطريق مكة، قال سعيد :فلما خشيت الصبح نزلت فأوترت، ثم أدركته، فقال لى ابن عمر :أين كنت؟ فقلت له :خشيت الفجر فنزلت فأوترت .فقال عبد الله :أليس لك فى رسول الله صلى الله عليه وسلم أسوة؟ فقلت :بلى والله .قال :إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يوتر على البعير(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۲۹۷ و ۲۹۸، مادة "صلاة" صلاة الوتر)

نزدیک راجح قول پر عمل کرلینا درست ہے۔ ۱

---

۱ قال فی جواهر الفتاوی :لو أن رجلا من أهل الاجتهاد برء من مذهبه فی مسألة أو فی أکثر منها باجتهاد لما وضح له من دلیل الکتاب أو السنة أو غیرهما من الحجج لم یکن ملوما ولا مذموما بل کان مأجورا محمودا وهو فی سعة منه وهکذا أفعال الأئمة المتقدمین فأما الذی لم یکن من أهل الاجتهاد فانتقل من قول إلی قول من غیر دلیل لکن لما یرغب من غرض الدنیا وشهوتها فهو مذموم آثم مستوجب للتأدیب، والتعزیر لارتکابه المنکر فی الدین واستخفافه بدینه ومذهبه .اهـ.ونقل السیوطی فی رسالته المسماة بجزیل المواهب فی اختلاف المذاهب من فصل الانتقال من مذهب إلی مذهب وهو جائز إلی أن قال وأقول :للمنتقل أحوال:
الأول أن یکون السبب الحامل له علی الانتقال أمرا دنیویا کحصول وظیفة أو مرتب أو قرب من الملوک وأهل الدنیا فهذا حکمه کمهاجر أم قیس لأن الأمور بمقاصدها ثم له حالان الأول أن یکون عاریا من معرفة الفقه لیس له فی مذهب إمامه سوی اسم شافعی أو حنفی کغالب متعممی زماننا أرباب الوظائف فی المدارس حتی أن رجلا سأل شیخنا العلامة الکافیجی -رحمه الله تعالی -مرة یکتب له علی قصة تعلیقا بولایة أول وظیفة تشغر بالشیخونیة فقال له :ما مذهبک فقال :مذهبی خبز وطعام یعنی وظیفة أما فی الشافعیة أو المالکیة أو الحنابلة فإن الحنفیة فی الشیخونیة لا خبز لهم ولا طعام فهذا أمره فی الانتقال أخف لا یصل إلی حد التحریم لأنه إلی الآن عامی لا مذهب له یحققه فهو یستأنف مذهبا جدیدا ثانیهما أن یکون فقیها فی مذهب ویرید الانتقال لهذا الغرض فهذا أمره أشد وعندی.أنه یصل إلی حد التحریم لأنه تلاعب بالأحکام الشرعیة لمجرد غرض الدنیا.
الحال الثانی أن یکون الانتقال لغرض دینی وله صورتان :الأولی أن یکون فقیها فی مذهبه وقد ترجح عنده المذهب الآخر لما رآه من وضوح أدلته وقوة مدارکه فهذا ما یجب علیه الانتقال أو یجوز کما قاله الرافعی ولهذا لما قدم الشافعی مصر تحول أکثر أهلها شافعیة بعد أن کانوا مالکیة، والثانیة أن یکون عاریا من الفقه وقد اشتغل بمذهبه فلم یحصل منه علی شیء ووجد مذهب غیره سهلا علیه سریعا إدراکه بحیث یرجو التفقه فیه فهذا یجب علیه الانتقال قطعا ویحرم التخلف لأن التفقه علی مذهب إمام من الأئمة الأربعة خیر من الاستمرار علی الجهل ولیس له من التمذهب سوی اسم حنفی أو شافعی أو مالکی فالتمذهب علی مذهب أی إمام کان خیر من الجهل بالفقه علی کل المذاهب فإن الجهل بالفقه تقصیر کبیر، وقل أن تصح معه عبادة وأظن هذا هو السبب لتحول الطحاوی حنفیا بعد أن کان شافعیا فإنه کان یقرأ علی خاله المزنی فاعتاص علیه الفهم یوما فحلف المزنی أنه لا یجیء منه فانتقل حنفیا ففتح علیه وصنف کتابه شرح معانی الآثار فکان إذا قرء علیه یقول لو عاش خالی کفر عن یمینه، قال بعض العلماء وقد حکی هذه الحکایة لا حنث علی المزنی لأن مراده لا یجیء منه شیء فی مذهب الشافعی قلت :ولا یستنکر ذلک فرب شخص یفتح علیه فی علم دون علم، وفی مذهب دون مذهب وهی قسمة من الله تعالی وکل میسر لما خلق له وعلامة الإذن التیسیر.
الحال الثالث :أن یکون الانتقال لا لغرض دینی ولا لغرض دنیوی بل مجردا عن القصد فهذا یجوز للعامی ویکره أو یمنع للفقیه لأنه قد حصل فقه ذلک المذهب ویحتاج إلی زمن آخر لتحصیل فقه هذا المذهب فیشغله ذلک عما هو الأهم من العمل بما تعلمه وقد ینقضی العمر قبل حصول المقصود من المذهب الثانی فالأولی ترک ذلک انتهت عبارة الرسالة(العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة، ج۲، ص۳۲۸، مسائل وفوائد شتی من الحظر والإباحة وغیر ذلک)
وأما تفاریع الفقه فلا حاجة إلیها للاجتهاد؛ ولأن هذه التفاریع ولدها المجتهدون بعد حیازة منصب الاجتهاد فکیف یکون شرطا فی منصب الاجتهاد، وتقدم الاجتهاد علیها شرط .نعم إنما یحصل منصب الاجتهاد فی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بلکہ اگر کوئی ایسا عالم دوسرے کو اس کے مطابق فتویٰ دے، بالخصوص جس میں دوسرے کی تیسیر مقصود ہو اور اسے فتنہ یا دشواری سے بچانا پیشِ نظر ہو، تو بعض فقہاء ومشائخ کے نزدیک اس کو ایسا کرنا اور دوسرے کو اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ زمانـنـا بـمـمـارستها فهي طريق تحصيل الدراية في هذا الزمان، ولم يكن الطريق في زمـان الصحابة ذلك ويمكن الآن سلوك طريق الصحابة أيضا .واعـلـم أن اجتماع هذه العلوم إنما يشترط فـي حـق المجتهد المطلق الذي يفتي في جميع أحكام الشرع، وليس الاجتهاد عند العامة منصبا لا يتجزأ بل يـجوز أن يفوز العالم بمنصب الاجتهاد في بعض الأحكام دون بعض .فـمن عرف طرف النظر في القياس فله أن يـفتـي فـي مسألة قياسية، وإن لم يكن ماهرا في علم الحديث .ومـن نـظر في المسألة المشتركة أو مسألة العول يكفيه أن يكون فقيه النفس عارفا بأصول الفرائض ومعانيها، وإن لم يكن حصل الأخبار التي وردت في بـاب الـربـا والبيوع فلا استمداد لنظر هذه المسألة منها، ولا تعلق لتلك الأحاديث بها فمن أين تضر الغفلة عـنهـا والـقصور عن معرفتها(كشف الأسرار شرح اصول البزدوى، ج۴ص۱۶، ۱۷، باب أحوال المجتهدين في الاجتهاد والكلام في شرطه وحكمه)

كـان الاجتهـاد يتـجـزأ عـند الجمهور(حجة الله البالغة للدهلوى، ج ۱ ص ۲۶۷، باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة وبعدها)

قـلت هذه الاستدلالات التي أوردها المانعون ليست بقياسات حتى يقال أنه منتف بانتفاء الاجتهاد بل ادخال جـزئي في العمومات الكلية الثابتة من الايات والأحاديث وقياسات أصحاب الاجتهاد وهو ليس بمنقطع إلى يـوم الـقيـامة وأن انقطع الاجتهاد من ازمنة طويلة علا إن المنقطع إنما هو الاجتهاد المطلق الكلي لا الاجتهاد الجزئي على الراى الاصح في التجزى (ترويح الجنان بحكم شرب الدخان للكنوى، ج ۱ ص ۵۹، مقدمة)

(ودخل) في المستفتي (المجتهد في البعض) من المسائل الاجتهادية (بالنسبة إلى) المجتهد (المطلق) نـعـم حيـث قـلـنا بتجزؤ الاجتهاد فقد يكون الشخص مفتيا بالنسبة إلى أمر مستفتيا بالنسبة إلى آخر(التقرير والتحبير، ج۶ ص ۲۷۶، المقالة الثالثة في الاجتهاد وما يتبعه من التقليد والافتاء)

فيجوز أن يكون شخص مجتهد في بعض المسائل دون بعض (وهو الحق) أي القول بالتجزؤ هو الحق كما سبـق وجهـه ، وأنـه عـليـه الأكثر (تيسير التحرير لامير بادشاه، ج۴ص ۲۴۶، المقالة الثالثة في الاجتهاد وما يتبعه من التقليد والإفتاء)

مـن يـجوز له التقليد :تـقـدم أن الـذي يـجـوز لـه الـتـقـلـيـد هو العامي ومن على شاكلته من غير القادرين على الاجتهاد .وكـذلـك مـن لـه أهلية الاجتهاد إذا استشعر الفوات لو اشتغل بالاجتهاد في الأحكام، فله أن يقلد مجتهدا .فـأما المـجتـهد لو أراد التقليد مع سعة الوقت وإمكان الاجتهاد فقد قال الإمام الشافعي وغيره :ليس لـه أن يقلد بل عليه أن يجتهد .وقيل :يجوز له التقليد .ودلـيـل القول بأن الاجتهاد يجب عليه أن اجتهاده في حق نفسه يضاهي النص، فلا يعدل عن الاجتهاد عند إمكانه، كما لا يعدل عن النص إلى القياس .أما إن اجتهد مـن هـو أهـل للاجتهاد، فأداه اجتهاده إلى معرفة الحكم، فليس له أن يتركه ويصير إلى العمل أو الإفتاء بقول غيـره تقليدا لمن خالفه في ذلك، قال صاحب مسلم الثبوت " :إجماعا "أي بإجماع أئمة الحنفية، لأن ما علمه هو حكم الله في حقه فلا يتركه لقول أحد .ولكن لو أن القاضي المجتهد حكم بالتقليد نفذ حكمه عند أبـي حـنيـفة عـلـى رواية، ولم ينفذ على الرواية الأخرى، ولا على قول الصاحبين والفتوى على قولهما، وهي الرواية الأخرى عن أبي حنيفة .

والـذيـن قالوا بتجزؤ الاجتهاد يجب عندهم على المجتهد المطلق أن يقلد فيما لم يظهر له حكم الشرع فيه، فيكون مجتهدا في البعض مقلدا في البعض الآخر، ولكن قيل :إنه ما دام عالما فلا يقلد إلا بشرط أن يتبين له وجه الصحة، بأن يظهره له المجتهد الآخر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۳ ص ۱۶۲، ۱۶۳، مادة "تقليد")

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کے مطابق عمل کرنا بھی جائز ہے۔ ۱؎

۱؎ فلا مانع شرعا من تقليد أئمة المذاهب والمجتهدين المشهورين والمغمورين، كما لامحذور فى الشرع من التلفيق بين أقوال المذاهب عملا بمبدأ اليسر فى الدين لقوله تعالى :(يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر) ومن المعلوم أن أغلب الناس لامذهب لهم، وإنما مذهبهم مذهب مفتيهم، وهم حريصون على أن يكون عملهم شرعيا (الفقه الاسلامى و ادلته، ج ١، ص ٩٠، مقدمات ضرورية عن الفقه، المطلب السادس: الضوابط الشرعية للأخذ بأيسر المذاهب)

وجواز التلفيق مبنى على ما قررناه من أنه لا يجب التزام مذهب معين فى جميع المسائل، فمن لم يكن ملتزما مذهبا معينا، جاز له التلفيق، وإلا أدى الأمر إلى بطلان عبادات العوام، لأن العامى لا مذهب له ولو تمذهب به، ومذهبه فى كل قضية هو مذهب من أفتاه بها .كما أن القول بجواز التلفيق يعتبر من باب التيسير على الناس.

وتقليد إمام فى جزئية أو مسألة لايمنع من تقليد إمام آخر فى مسألة أخرى(الفقه الاسلامى و ادلته، ج ١، ص ١٠٧، المطلب السادس: الفرع الرابع ـ آراء الأصوليين فى مسألة اختيار الأيسر (أو تتبع الرخص)، وفى التلفيق بين المذاهب)

المراد بعموم البلوى :الحالة أو الحادثة التى تشمل كثيرا من الناس ويتعذر الاحتراز عنها ، وعبر عنه بعض الفقهاء بالضرورة العامة وبعضهم بالضرورة الماسة، أو حاجة الناس.وفسره الأصوليون بما تمس الحاجة إليه فى عموم الأحوال (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۱، ص ۷، مادة ”عموم“)

عندما يتعلق الأمر بالعموم، وبمصلحة اجتماعية معتبرة، فالأولى بأهل الفتوى أن ييسروا ولا يعسروا، دون تجاوز للنصوص المحكمة، أو القواعد الثابتة.

ولهذا جعل الفقهاء من موجبات التخفيف :عموم البلوى بالشىء مراعاة لحال الناس ورفقًا بهم، هذا بالإضافة إلى أن عصرنا الحاضر خاصة أحوج ما يكون إلى التيسير والرفق بأهله(بنوك الحليب،لفضيلة الدكتور يوسف القرضاوى،مجلة مجمع الفقه الإسلامى التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامى بجدة،ج۲،ص ۲۶۰)

ويَتَخَرَّج منه :أى من جوازِ اتِّباع غيرِ مقلِّده الأوّل، وعدمِ التضييق عليه، جوازُ اتِّباع رخصِ المذاهب :أى أخذَه من المذاهب ما هو الأهونُ عليه فيما يقعُ من المسائل، ولا يمنعُ منه مانع شرعى، إذ للإنسان أن يسلكَ المسلكَ الأخفَّ عليه إذا كان له إليه سبيلٌ، بأن لم يكن عَمِل بآخر :أى بقول آخر مخالفاً لذلك الأخفّ فيه :أى فى ذلك المحلّ المختلف فيه .كذا فى (شرح السيد بادشاه) على التحرير.

وقول ابن حَزم:إنّ متَّبعَ الرُّخصِ فاسقٌ بالإجماع لم يؤخذ به، وهو مردودٌ بما أفتى به العزُّ بن عبدِ السّلام من أنّه لا يتعيَّن على العاميّ إذا قلَّدَ إماماً فى مسألةٍ أن يقلّده فى سائر مسائل الخلاف؛ لأنَّ الناسَ من زمنِ الصحابة رضى الله تعالى عنهم إلى أن ظهرتِ المذاهبَ يسألونَ فيما يسنحُ لهم العلماءَ المختلفين من غيرِ نكيرٍ، وسواءٌ اتَّبع الرخصَ فى ذلك أو العزائم؛ لأنّ مَن جعلَ المصيبَ واحداً، وهو الصحيح، لم يعيِّنه، ومَن جعلَ كلَّ مجتهدٍ مصيبٌ فلا إنكار على مَن قلَّد فى الصواب.وأمّا ما حُكِيَ عن ابنِ حَزْم فلعلَّه محمولٌ على مَن تتبَّعَها من غيرِ تقليدٍ لمَن قال بها، أو على الرخص المركبة فى الفعل الواحد .كذا فى (العقد الفريد)

بل قيل :لا يصحُّ للعاميِّ مذهب؛ لأنّ المذهبَ لا يكون إلّا لمَن له نوعُ نظرٍ وبصيرةٍ بالمذهب، أو لمَن قرأ كتاباً فى فروعِ مذهبٍ وعرفَ فتاوى إمامه وأقواله، وأمّا مَن لم يتأهل لذلك بل قال :أنا حنفيٌّ أو شافعيٌّ لم يصر من أهلِ ذلك المذهب بمجرَّدِ هذا(الدر الفريد فى بيان حكم التقليد،لاحمد بن محمد الحموى المتوفىٰ ۱۰۹۸ھ،ص۱۸، ۱۹،انواع التقليد)

Idara Ghufran

اور بعض فقہائے کرام نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ اگر کوئی عامی شخص جو اپنے آپ کو برائے نام حنفی، شافعی وغیرہ کہتا ہو، وہ اگر کسی مسئلہ میں اہلُ السنۃ والجماعۃ کے دوسرے مجتہد کے موقف کے مطابق عمل کرے، جس میں کوئی نفسانیت، دنیاوی غرض اور ہوا پرستی وغیرہ نہ ہو، بالخصوص جبکہ کسی ضرورت کی وجہ سے ایسا کرے، تو اس کے لئے ایسا کرنا قابلِ ملامت وباعثِ نکیر نہیں ہے۔ [۱]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ. (جاری ہے...........)

---

[۱] وإذا كان هناك أكثر من مجتهد فالمقلد له أن يختار أحدهم، والأولى أن يختار من يثق به أكثر من غيره(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴، ص ۲۷، مادة "استقبال")

ولا تتصور معاتبة احد من الايمةإذا انتقل واحد من مقلديهم إلى مذهب امام اخر او قلده فى بعض المسائل لالغرض نفسانى بل لفرض شرعى وقوة دليل لاحت له فاحفظه(إمام الكلام فى القراء ة خلف الإمام ،لعبد الحى اللكنوى)

لأنه مجتهد فيه) أى موضع اجتهاد صحيح، بمعنى أنه يسوغ فيه الاجتهاد لأنه لم يخالف كتابا ولا سنة مشهورة ولا إجماعا، إذ لو خالف شيئا من ذلك فى رأى المجتهد لم يكن مجتهدا فيه(رد المحتار على الدر المختار، ج۳،ص ۴۴۴،كتاب الطلاق،باب الخلع)

وظاهره ترجيح التيسير على قوة الدليل(رد المحتار، ج۴،ص ۵۴۰،كتاب البيوع،مطلب مهم فى أحكام النقود إذا كسدت أو انقطعت أو غلت أو رخصت)

إن وجد المستفتى أكثر من عالم، وكلهم عدل وأهل للفتيا، فقد ذهب جمهور الفقهاء إلى أن المستفتى بالخيار بينهم يسأل منهم من يشاء ويعمل بقوله، ولا يجب عليه أن يجتهد فى أعيانهم ليعلم أفضلهم علما فيسأله، بل له أن يسأل الأفضل إن شاء ، وإن شاء سأل المفضول مع وجود الفاضل، واحتجوا لذلك بعموم قول الله تعالى :(فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون)، وبأن الأولين كانوا يسألون الصحابة مع وجود أفاضلهم وأكابرهم وتمكنهم من سؤالهم.

وقال القفال وابن سريج والإسفراييني من الشافعية :ليس له إلا سؤال الأعلم والأخذ بقوله(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۲، ص ۴۷،۴۸، مادة "فتوى")

ثم اعلم أنه ذكر فى التحرير وشرحه أيضا أنه يجوز تقليد المفضول مع وجود الأفضل .وبه قال الحنفية والمالكية وأكثر الحنابلة والشافعية .وفى رواية عن أحمد وطائفة كثيرة من الفقهاء لا يجوز .ثم ذكر أنه لو التزم مذهبا معينا .كأبى حنيفة والشافعى، فقيل يلزمه، وقيل لا وهو الأصح اهـ وقد شاع أن العامى لا مذهب له(رد المحتار على الدر المختار، ج ۱،ص ۴۸،مقدمة)

مطلب العامى لا مذهب له قلت :وأيضا قالوا العامى لا مذهب له، بل مذهبه مذهب مفتيه، وعلله فى شرح التحرير بأن المذهب إنما يكون لمن له نوع نظر واستدلال وبصر بالمذهب على حسبه، أو لمن قرأ كتابا فى فروع ذلك المذهب وعرف فتاوى إمامه وأقواله.

وأما غيره ممن قال أنا حنفى أو شافعى لم يصر كذلك بمجرد القول كقوله أنا فقيه أو نحوى اهـ وتقدم تمام ذلك فى المقدمة أول هذا الشرح(رد المحتار على الدر المختار، ج۴،ص ۸۰،كتاب الحدود،باب التعزير)

Idara Ghufran

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

قبر پر ہاتھ اُٹھا کر دُعاء کرنے کا حکم (قسط۲)

آج کل بہت سے عوام اور اہلِ علم میں زیارتِ قبور کے وقت یعنی قبرستان جا کر یا قبر کے قریب کھڑے ہو کر دعاء کرتے وقت ہاتھ اٹھانے نہ اٹھانے اور ہاتھ اٹھانے کی صورت میں اپنا رُخ قبلہ کی طرف کیا جائے یا قبر کی طرف کیا جائے؟ ان مختلف پہلوؤں سے یہ مسئلہ زیرِ بحث رہتا ہے، بعض اہلِ علم حضرات کی خواہش پر اس کی تحقیق کی گئی، جو ذیل میں قسط وار نقل کی جا رہی ہے۔

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء سے متعلق احادیث

اور احادیثِ مذکورہ میں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا ذکر نہیں، اس لئے اگر یہ دعاء ہاتھ اٹھائے بغیر کر لی جایا کرے، تو بھی درست ہے، بالخصوص جبکہ مزید دعاء کرنے کا ارادہ نہ ہو، کیونکہ دعاء میں ہاتھ اٹھانا کوئی ضروری نہیں، لہٰذا ہاتھ اٹھانے کو ضروری یا لازم سمجھنا غلط ہے، البتہ ہاتھ اٹھانا دعاء کے آداب میں سے ہے، جس کے پیشِ نظر قبرستان میں (دفن کے بعد یا دوسرے موقع پر) ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا بھی جائز ہے۔

علاوہ ازیں زیارتِ قبور کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا صحیح احادیث میں صراحتاً ثبوت بھی پایا جاتا ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

حَتّٰی جَاءَ الْبَقِیعَ فَقَامَ، فَأَطَالَ الْقِیَامَ، ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

ترجمہ: یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع قبرستان تشریف لائے، پھر کھڑے ہو گئے اور لمبا قیام کیا، پھر اپنے ہاتھ (دعاء کے لئے) تین مرتبہ اٹھائے۔

پھر اسی حدیث کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبرستان تشریف لے جانے کی وجہ کے بارے میں یہ منقول ہے کہ:

فَقَالَ: إِنَّ رَبَّکَ یَأْمُرُکَ أَنْ تَأْتِیَ أَهْلَ الْبَقِیعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ، قَالَتْ: قُلْتُ: کَیْفَ أَقُولُ لَهُمْ یَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ قُولِی: اَلسَّلَامُ عَلٰی أَهْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِینَ وَالْمُسْلِمِینَ، وَیَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِینَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِینَ،

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ (مسلم) ۱

ترجمہ: پس جبریلِ امین نے فرمایا کہ آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ بقیع قبرستان آ کر ان کے لئے استغفار کریں (اس حکم کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع قبرستان تشریف لے گئے، اور مرحومین کے لئے مغفرت کی دعاء کی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اُن (قبرستان والوں) کے لئے کیسے کہوں (یعنی کس طرح سے دعاء کروں؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ یہ کہو، سلام ہو مومنین اور مسلمین کے گھر والوں پر، اور اللہ ہم سے پہلے جانے والوں اور بعد میں جانے والوں پر رحم (اور ان کی مغفرت) فرمائے، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں (مسلم) ۲

اس حدیث سے مندرجہ ذیل چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبرستان والوں کی مغفرت کی دعاء کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی بھیجی گئی تھی۔

(۲)......اس حکم کو لے کر حضرت جبریل امین نازل ہوئے تھے۔

(۳)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دعائے مغفرت کے حکم کو پورا کرنے کے لئے قبرستان تشریف لے گئے۔

(۴)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان پہنچ کر ہاتھ اٹھا کر دعاء فرمائی۔

(۵)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر دیر تک دعاء فرمائی۔

---

۱ رقم الحدیث ۹۷۴ "۱۰۳" "کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها.

۲ صحیح مسلم کی پوری حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ:

قالت عائشة :ألا أحدثكم عنى وعن رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا :بلى، قال :قالت :لما كانت ليلتى التى كان النبى صلى الله عليه وسلم فيها عندى، انقلب فوضع رداء ه، وخلع نعليه، فوضعهما عند رجليه، وبسط طرف إزاره على فراشه، فاضطجع، فلم يلبث إلا ريثما ظن أن قد رقدت، فأخذ رداء ه رويدا، وانتعل رويدا، وفتح الباب فخرج، ثم أجافه رويدا، فجعلت درعى فى رأسى، واختمرت، وتقنعت إزارى، ثم انطلقت على إثره، حتى جاء البقيع فقام، فأطال القيام، ثم رفع يديه ثلاث مرات، ثم انحرف فانحرفت، فأسرع فأسرعت، فهرول فهرولت، فأحضر فأحضرت، فسبقته فدخلت، فليس إلا أن اضطجعت فدخل، فقال :ما لك؟ يا عائش،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

(۶)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

(۷)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کو بھی قبرستان میں داخل ہونے پر سلامتی کی دعاء کی تلقین فرمائی۔

(۸)...... ''فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ'' کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبرستان بھیجنے کا مقصود اصحابِ قبور کے لئے مغفرت کی دعاء کرنا تھا (نہ کہ اپنے لئے دعاء کرنا)

(۹)...... یہ بھی معلوم ہوا کہ اصحابِ قبور کے لئے مغفرت وسلامتی کی دعاء کرنا زیارتِ قبور کے مقاصد ومصالح میں سے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَأَرْسَلْتُ بَرِيْرَةَ فِيْ أَثَرِهٖ، لِتَنْظُرَ أَيْنَ ذَهَبَ، قَالَتْ: فَسَلَكَ نَحْوَ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ، فَوَقَفَ فِيْ أَدْنَى الْبَقِيْعِ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَرَجَعَتْ إِلَيَّ بَرِيْرَةُ، فَأَخْبَرَتْنِيْ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ سَأَلْتُهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيْنَ خَرَجْتَ اللَّيْلَةَ؟ قَالَ: بُعِثْتُ إِلٰى أَهْلِ الْبَقِيْعِ لِأُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۶۱۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ ایک رات تشریف لے گئے، تو میں نے آپ کے پیچھے بریرہ کو بھیجا، تاکہ وہ دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف لے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع غرقد قبرستان کی طرف تشریف لے گئے، پھر بقیع کے بالکل قریب کھڑے ہوگئے، پھر اپنے دونوں ہاتھ (دعاء کے لئے) اٹھائے، پھر لوٹ آئے، پھر میری طرف بریرہ بھی واپس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ حشيا رابية قالت: قلت: لا شيء، قال: لتخبريني أو ليخبرني اللطيف الخبير قالت: قلت: يا رسول الله، بأبي أنت وأمي، فأخبرته، قال: فأنت السواد الذي رأيت أمامي؟ قلت: نعم، فلهدني في صدري لهدة أوجعتني، ثم قال: أظننت أن يحيف الله عليك ورسوله؟ قالت: مهما يكتم الناس يعلمه الله، نعم، قال ": فإن جبريل أتاني حين رأيت، فناداني، فأخفاه منك، فأجبته، فأخفيته منك، ولم يكن يدخل عليك وقد وضعت ثيابك، وظننت أن قد رقدت، فكرهت أن أوقظك، وخشيت أن تستوحشي، فقال: إن ربك يأمرك أن تأتي أهل البقيع فتستغفر لهم "، قالت: قلت: كيف أقول لهم يا رسول الله؟ قال "قولي: السلام على أهل الديار من المؤمنين والمسلمين، ويرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين، وإنا إن شاء الله بكم للاحقون "(مسلم، رقم الحديث ۹۷۴ "۱۰۳"، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده محتمل للتحسين (حاشية مسند احمد)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

آ گئیں، اور مجھے اس کی خبر دی، پھر جب صبح ہوگئی، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا، اور میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ رات کہاں تشریف لے گئے تھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مجھے بقیع قبرستان والوں کی طرف (اللہ کی جانب سے حکم دے کر) بھیجا گیا، تاکہ میں ان کے لئے دعاء کروں (مسند احمد)

اس سے پہلی حدیث میں قبرستان جانے کا مقصد استغفار کے الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور اس حدیث میں ''صلاۃ'' کے الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور صلاۃ کے معنیٰ بھی یہاں دعاء کے ہیں، اور استغفار کا دعاء ہونا پیچھے ذکر کیا جاچکا ہے۔ [۱]

بہرحال مذکورہ احادیث سے قبرستان میں جا کر سلامتی کی دعاء واستغفار کے ساتھ ساتھ اس دعاء میں ہاتھ اٹھانے کا بھی ثبوت ہوا۔ [۲]

چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَوْلُهَا (جَاءَ الْبَقِيعَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ)فِيهِ اِسْتِحْبَابُ إِطَالَةِ الدُّعَاءِ وَتَكْرِيرِهِ وَرَفْعِ الْيَدَيْنِ فِيهِ وَفِيهِ أَنَّ دُعَاءَ الْقَائِمِ أَكْمَلُ مِنْ دُعَاءِ الْجَالِسِ فِي الْقُبُوْرِ (شرح النووی علی مسلم) [۳]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع قبرستان تشریف لائے، پھر کھڑے ہوگئے اور لمبا قیام کیا، پھر اپنے ہاتھ (دعاء کے لئے) تین مرتبہ اٹھائے''

---

[۱] والصلاة على محمد -صلى الله عليه وسلم :-جاء ت الصلاة لمعان منها :الدعاء كصلاة الملائكة على الخلق، ومنها :الصلاة على الميت، و "مَا زَالَتِ المَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ) و"مَنْ كانَ صَائِمًا فَلْيُصَل) و"لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ يُصَلِّي) و"بُعِثْتُ إلى أَهْلِ البَقِيعِ لِأُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ ") و"صَلَّى عَلَى شُهَدَاءِ أُحُدٍ"(مطالع الأنوار على صحاح الآثار،لإبراهيم بن يوسف بن أدهم الوهرانى الحمزى، أبو إسحاق ابن قرقول ،ج۴ص ۲۸۲،حرف الصاد، باب الصاد مع اللام)

وقد يستعمل بمعنى الاستغفار ومنه قوله عليه الصلاة والسلام إنى بعثت إلى أهل البقيع لأصلى عليهم فقد فسر فى الرواية الأخرى أمرت أن أستغفر لهم(ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج۹ص۲۰۳، كتاب الدعوات، باب الصلاة على النبى -صلى الله عليه وسلم)

فقوله " :فتستغفر لهم "يبين أن قوله فى رواية علقمة ":لأصلى عليهم "ليس المراد صلاة الجنازة، وإنما الدعاء لهم والاستغفار (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۱۷۷۴)

[۲] وَفِي هَذَا إتْيَانُ الْقُبُورِ وَالدُّعَاءُ لِأَهْلِهَا عِنْدَهَا(المنتقىٰ شرح الموطأ للقرطبى، ج۲ص۳۴، كتاب الجنائز، جامع الجنائز)

[۳] تحت رقم الحديث ۹۷۴"۱۰۲" ج۷ص۴۳، كتاب الجنائز.

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس حدیث سے قبرستان میں دعاء کو لمبا کرنے اور اس دعاء میں ہاتھ اٹھانے کا تکرار کرنے کا مستحب ہونا اور کھڑے ہوئے کی دعاء کے بیٹھے ہوئے کی دعاء کے مقابلہ میں زیادہ اکمل ہونا معلوم ہوا (نووی)

اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَرَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الدُّعَاءِ عَلَى الْقَبْرِ جَائِزٌ كَمَا فِيْ جُزْءِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ لِلْبُخَارِيِّ وَ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ: أَنَّهُ دَخَلَ جَنَّةَ الْبَقِيْعِ وَدَعَا رَافِعًا يَدَيْهِ (العرف الشذی) [1]

ترجمہ: اور قبر پر دعاء کے وقت ہاتھ اٹھانا جائز ہے، جیسا کہ بخاری کی ''جزء رفع الیدین'' اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں داخل ہوئے، اور اپنے ہاتھ اٹھا کر دعاء فرمائی (العرف الشذی)

ایک تو ہاتھ اٹھانا نماز کے باہر مطلقاً دعاء کے آداب میں سے ہے، اور اس کلیہ میں قبرستان میں یا قبر پر دعاء کے وقت ہاتھ اٹھانا بھی داخل ہے۔ [2]

دوسرے جب صحیح احادیث میں قبرستان میں مرحومین کی مغفرت اور سلامتی وغیرہ کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا ذکر آ گیا، تو اس سے خصوصیت کے ساتھ قبرستان میں مرحومین کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا صریح ثبوت بھی ہو گیا۔

مذکورہ احادیث میں قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا تو ذکر ہے، لیکن دعاء کے لئے ہاتھ اٹھاتے وقت قبلہ یا قبور کی طرف رُخ کا ذکر نہیں؟ اس لئے یہ بھی احتمال ہے کہ قبور کی طرف رُخ ہو، جس کے قرائن زیادہ ہیں، کیونکہ اصحابِ قبور کے لئے خطاب کے الفاظ اسی کے مقتضی ہیں، اور پیچھے ترمذی کی حدیث میں ''**فاقبل علیهم بوجهه**'' کے الفاظ گزر چکے ہیں، اور یہ بھی احتمال ہے کہ قبلہ کی طرف رُخ ہو۔

البتہ ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن کے بعد قبلہ کی طرف رُخ کر کے دعاء کرنے کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

وَاللّٰهِ لَكَأَنِّيْ أَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ، وَهُوَ فِيْ

---

[1] ج۲، ص ۳۴۲، کتاب الجنائز، باب ما جاء ما یقول الرجل إذا دخل المقابر.

[2] رفع الیدین فی الدعاء خارج الصلاۃ: یری الحنفیۃ والمالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ أن من آداب الدعاء خارج الصلاۃ رفع الیدین بحذاء صدرہ (الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، ج۴۵ ص ۲۶۶، مادۃ "ید")

Idara Ghufran

قَبْرِ عَبْدِ اللّٰهِ ذِی الْبِجَادَیْنِ، وَأَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ یَقُوْلُ: "أَدْنِیَا مِنِّیْ أَخَاکُمَا " فَأَخَذَهُ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ حَتّٰی أَسْنَدَهُ فِیْ لَحْدِهٖ ، ثُمَّ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَوَلَّاهُمَا الْعَمَلَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ دَفْنِهٖ اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ رَافِعًا یَدَیْهِ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَمْسَیْتُ عَنْهُ رَاضِیًا فَارْضَ عَنْهُ وَکَانَ ذٰلِکَ لَیْلًا فَوَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَیْتُنِیْ وَلَوَدِدْتُ أَنِّیْ مَکَانَهٗ، وَلَقَدْ أَسْلَمْتُ قَبْلَهٗ بِخَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً (معرفة الصحابة لابی نعیم، رقم الحدیث ۴۱۰۵،معجم الصحابة،للبغوی ، رقم الحدیث ۶۷۱)

ترجمہ: اللہ کی قسم! گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوغزوۂ تبوک میں دیکھ رہا ہوں، اور آپ حضرت عبداللہ ذی البجادین کی قبر میں ہیں، اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ تم اپنے بھائی کو میرے قریب کرو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالبجادین کی میت کوقبلہ کی طرف سے لیا، یہاں تک کہ قبر میں اتاردیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر سے باہر تشریف لے آئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی عمل حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو سپرد فرمادیا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن سے فارغ ہوگئے، تو (دعاء کے لئے) اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے قبلہ کی طرف رُخ کیا، اور یہ دعاء کی کہ اے اللہ! میں نے ان سے راضی ہونے کی حالت میں شام کی (تادمِ آخر راضی رہا) تو آپ بھی ان سے راضی ہوجائیے، اور یہ رات کا وقت تھا، پس اللہ کی قسم! میں نے اپنے آپ کو یہ چاہت وتمنا کرتے ہوئے پایا کہ میں ان کی جگہ ہوتا، حالانکہ میں ان سے پندرہ سال پہلے اسلام لے آیا تھا (ابونعیم، بغوی)

اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ امام بزار نے بھی روایت کیا ہے، مگر اس کی سند میں غیر معمولی ضعف پایا جاتا ہے۔ [۱]

---

[۱] حدثنا عباد بن أحمد العرزمي، قال :حدثني عمي محمد بن عبد الرحمن، عن أبيه، عن الأعمش، عن أبي وائل، عن عبد الله قال :والله لكأني أسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة تبوك وهو في قبر عبد الله ذي البجادين، وأبو بكر، وعمر رحمة الله عليهما وهو يقول :فأولوني صاحبكما ، حتى وسده في لحده فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة فقال :اللهم إني أمسيت عنه راضيا فارض عنه (مسند البزار، رقم الحديث ۱۷۰۶)

قال البزار:وهذا الحديث لا نعلم رواه عن الأعمش، عن أبي وائل، عن عبد الله إلا عبد الرحمن بن محمد، وسعد بن الصلت .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے اقوال

مذکورہ حدیث میں اپنے چہرہ کا رُخ قبر کی طرف کرنے کے بجائے قبلہ کی طرف کر کے صاحبِ قبر کے لئے دعاء کا ذکر ہے، جس کے پیشِ نظر بعض فقہائے کرام نے قبرستان میں یا قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کی صورت میں قبلہ کی طرف رُخ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔اوراس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عام حالات میں (جب کوئی عذر نہ ہو اور آسانی ممکن ہو) قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے دعاء کرنا زیادہ بہتر ہے۔

اوراس میں صاحبِ قبر سے مانگنے کے شبہ ومشابہت سے بچنے کا انتظام بھی ہے۔ [1]

جبکہ بعض فقہائے کرام نے اس واقعہ کو ایک جزئی درجہ کا ہونے اور کسی قولی حدیث میں قبرستان میں یا قبر پر دعاء کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنے کا حکم نہ ہونے اور قبر یا میت کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے کی ممانعت کا ذکر نہ ہونے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے دیگر مواقع پر قبلہ کی طرف رُخ کی پابندی کئے بغیر بلاتکلف دعاء کا ثبوت ہونے اور میت کے سلام کے لئے خطاب کا صیغہ ہونے کی وجہ سے سامنے کھڑے ہونے کے افضل ہونے اور سلام کے بعد قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے کے تکلف سے بچنے کی بناء پر قبر یا میت کی طرف رُخ کر کے دعاء کرنے کو جائز بلکہ بعض نے مستحب قرار دیا ہے۔ [2]

وقال الهيثمي:رواه البزار عن شيخه :عباد بن أحمد العرزمي وهو متروك (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۹۸۳)

ملحوظ رہے کہ ابونعیم اور بغوی کی سند میں (جس کا ہم نے متن میں ذکر کیا) مذکورہ راوی موجود نہیں، اور متن کی حدیث میں جو راوی ہیں، وہ مجموعی طور پر قابلِ اعتبار ہیں۔

[1] وقد ورد في استقبال القبلة في الدعاء من فعل النبي صلى الله عليه وسلم عدة أحاديث منها حديث عمر عند الترمذي وقد قدمته في باب رفع اليدين في الدعاء ولمسلم والترمذي من حديث بن عباس عن عمر لما كان يوم بدر نظر رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى المشركين فاستقبل القبلة ثم مد يديه فجعل يهتف بربه الحديث وفي حديث بن مسعود استقبل النبي صلى الله عليه وسلم الكعبة فدعا على نفر من قريش الحديث متفق عليه وفي حديث عبد الرحمن بن طارق عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا جاز مكانا من دار يعلى استقبل القبلة فدعا أخرجه أبو داود والنسائي واللفظ له وفي حديث بن مسعود رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في قبر عبد الله ذي البجادين الحديث وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعا يديه أخرجه أبو عوانة في صحيحه(فتح الباري ،ج ۱۱ ص ۱۴۴، قوله باب الدعاء مستقبل القبلة)

الدعاء مستقبل القبلة أقرب إلى الإجابة(تحفة الفقهاء للسمرقندي، ج ۱ ص ۱۸۶، كتاب الصلاة، باب صلاة الاستسقاء)

[2] آداب زيارة القبور :قال الحنفية :السنة زيارتها قائما، والدعاء عندها قائما، كما كان يفعله صلى الله عليه وسلم في الخروج إلى البقيع، ويقول :السلام عليكم يا أهل القبور، يغفر الله لنا ولكم، أنتم سلفنا ونحن بالأثر أو يقول :السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين، وإنا إن شاء الله بكم للاحقون، نسأل الله لنا ولكم العافية ثم يدعو قائما، طويلا.وفي شرح المنية : ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

چنانچہ بعض مشائخِ حنفیہ نے قبرستان میں دعاء کے وقت قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ ۱

اور بعض مشائخِ حنفیہ کا قول میت کی طرف رُخ کر کے دعاء کرنے کا ہے، اور بعض حضرات نے اسی پر مسلمانوں کے عمل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾یدعو قائما مستقبل القبلة، وقيل :يستقبل وجه الميت .وقال الشافعية :يندب أن يقول الزائر :سلام عليكم دار قوم مؤمنين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون، اللهم لا تحرمنا أجرهم، ولا تفتنا بعدهم، وأن يقرأ ما تيسر من القرآن ويدعو لهم، وأن يسلم على المزور من قبل وجهه، وأن يتوجه في الدعاء إلى القبلة، وعن الخراسانيين إلى وجهه، وعليه العمل .وقال الحنابلة :سن وقوف زائر أمامه قريبا منه، وقول: السلام عليكم دار قوم مؤمنين، أو أهل الديار من المؤمنين، وإنا إن شاء الله بكم للاحقون، ويرحم الله المستقدمين منكم والمستأخرين، نسأل الله لنا ولكم العافية، اللهم لا تحرمنا أجرهم، ولا تفتنا بعدهم، واغفر لنا ولهم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴،ص ۹۰،مادة "زيارة القبور")

(باب الدعاء غير مستقبل القبلة)أي :هذا باب في بيان الدعاء حال كون الداعي غير مستقبل القبلة (عمدة القاري للعيني، ج۲۲ ص ۳۰۱، كتاب الادب)

باب الدعاء غير مستقبل القبلة:فيه :أنس، بينا النبي (صلى الله عليه وسلم) يخطب يوم الجمعة، فقام رجل : يا رسول الله، ادع الله أن يسقينا . . .الحديث .الدعاء حسن كيفما تيسر للمؤمنين على جميع أحوالهم، ألا ترى قوله تعالى :(الذين يذكرون الله قياما وقعودا وعلى جنوبهم)فمدحهم الله تعالى ولم يشترط في ذلك حالة دون حالة، ولذلك دعا النبي (صلى الله عليه وسلم) في خطبته يوم الجمعة وهو غير مستقبل القبلة(شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج۱۰ ص ۱۰۵، كتاب الادب)

۱ وفي القهستاني ويستحب زيارة القبور فيقوم بحذاء الوجه قربا وبعدا كما في الحياة فيقول عليكم السلام يا أهل القبور ويدعوه مستقبل القبلة وقيل الدعاء قائما أولى(مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، ج۲،ص ۵۵۲،كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات)

وإذا أراد الدعاء يقوم مستقبل القبلة كذا في خزانة الفتاوى(الفتاوى الهندية، ج۵،ص ۳۵۰،كتاب الكراهية،الباب السادس عشر في زيارة القبور وقراءة القرآن في المقابر)

وعند الدعاء للميت يستقبل القبلة، وكذا عند قبر النبي -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، وهو اختيار الزعفراني من الشافعية أيضا(البناية شرح الهداية، ج۳،ص ۲۶۲،كتاب الصلاة، باب الجنائز)

۲ ويستحب زيارة القبور للرجال وتكره للنساء ويدعو قائما مستقبل القبلة وقيل يستقبل وجه الميت وهو قول الشافعي رحمه الله تعالى وكذا الكلام في زيارته عليه السلام(منية المصلى وغنية المبتدى، ج۱،ص ۳۲۱، كتاب الصلاة)

قوله" :والسنة زيارتها قائما "قال في شرح المشكاة ينبغي أن يدنو من القبر قائما أو قاعدا بحسب ما كان يصنع لزواره في حياته اهـ وكذا ذكره غيره وفي القهستاني ويقوم بحذاء ه وجهه قربا وبعدا مثل ما في الحياة قال في الأحياء والمستحب في زيارة القبور إن يقف مستدبر القبلة مستقبلا وجه الميت وأن يسلم ولا يمسح القبر ولا يقبله ولا يمسه فإن ذلك من عادة النصارى كذا في شرح الشرعة قال في شرح المشكاة بعد كلام وحديث ما نصه فيه دلالة على أن المستحب في حال السلام على الميت أن يكون لوجهه وأن يستمر كذلك في الدعاء أيضا وعليه عمل عامة المسلمين خلافا لما قاله ابن حجر(حاشية الطحطاوى على المراقي، ج۱ ص ۶۲۰، ۶۲۱،فصل في زيارة القبور)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اوربعض مالکیہ نے بھی میت کی طرف رخ کرکے دعاء کرنے کومستحب قرار دیا ہے۔ ۱

اورشافعیہ کے اس بارے میں دونوں قول ہیں، میت کی طرف رخ کرکے سلام کرنے کے بعد قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرکے دعاء کرنے کا بھی، جو کہ ان کا مشہور قول ہے، اور میت کی طرف رُخ کرکے دعاء کا بھی، اورخراسان کے متبحر فقہائے شافعیہ نے میت کی طرف رُخ کرنے کومستحب قرار دیا ہے، اوراسی پر مسلمانوں کے عمل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ۲

---

۱ وصفة السلام على الأموات أن يقول :السلام عليكم أهل الديار المؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات ويرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون أسأل الله لنا ولكم العافية، ثم يقول اللهم اغفر لنا ولهم وما زدت، أو نقصت فواسع، والمقصود الاجتهاد لهم فى الدعاء ، ثم يجلس فى قبلة الميت ويستقبله بوجهه وهو مخير بين أن يجلس فى ناحية رجليه إلى رأسه، ثم يثنى على الله تعالى بما حضره، ثم يصلى على النبى -صلى الله عليه وسلم -الصلاة المشروعة، ثم يدعو للميت بما أمكنه(مواهب الجليل فى شرح مختصر خليل،للحطاب الرعينى المالكى، ج۲ص۲۳۷،كتاب الجنائز،مسائل متعلقة بالغسل والدفن والصلاة)

وصفة السلام على الأموات أن يقول (السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين، والمؤمنات، والمسلمين، والمسلمات رحم الله المستقدمين منا، والمستأخرين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون أسأل الله لنا ولكم العافية) انتهى .ثم يقول :(اللهم اغفر لنا ولهم) وما زدت، أو نقصت فواسع، والمقصود الاجتهاد لهم فى الدعاء ، فإنهم أحوج الناس لذلك لانقطاع أعمالهم، ثم يجلس فى قبلة الميت ويستقبله بوجهه، وهو مخير فى أن يجلس فى ناحية رجليه إلى رأسه، أو قبالة وجهه، ثم يثنى على الله تعالى بما حضره من الثناء ، ثم يصلى على النبى -صلى الله عليه وسلم -الصلاة المشروعة، ثم يدعو للميت بما أمكنه، وكذلك يدعو عند هذه القبور عند نازلة نزلت به، أو بالمسلمين ويتضرع إلى الله تعالى فى زوالها وكشفها عنه وعنهم، وهذه صفة زيارة القبور عموما .فإن كان الميت المزار ممن ترجى بركته فيتوسل إلى الله تعالى به، وكذلك يتوسل الزائر بمن يراه الميت ممن ترجى بركته إلى النبى -صلى الله عليه وسلم بل يبدأ بالتوسل إلى الله تعالى بالنبى -صلى الله عليه وسلم -، إذ هو العمدة فى التوسل، والأصل فى هذا كله، والمشرع له فيتوسل به -صلى الله عليه وسلم -وبمن تبعه بإحسان إلى يوم الدين (المدخل،لابن الحاج ،ج۱ص۲۵۴و ۲۵۵، فصل التوسل بالنبى صلى الله عليه وسلم)

۲ فمن قصد السلام على ميت سلم عليه من قبل وجهه وإذا أراد الدعاء تحول عن موضعه واستقبل القبلة قال أبو موسى وقال الفقهاء المتبحرون الخراسانيون المستحب فى زيارة القبور أن يقف مستدبر القبلة مستقبلا وجه الميت يسلم(المجموع شرح المهذب للنووى ،ج۵ص۳۱۱،كتاب الجنائز،باب التعزية والبكاء على الميت)

ويندب أن يقول الزائر :سلام عليكم دار قوم مؤمنين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون اللهم لا تحرمنا أجرهم ولا تفتنا بعدهم وأن يقرأ ما تيسر من القرآن ويدعو لهم وأن يسلم على المزور من قبل وجهه وأن يتوجه فى الدعاء إلى القبلة وعن الخراسانيين إلى وجهه وعليه العمل(الغرر البهية فى شرح البهجة الوردية، لابى يحيىٰ زكريا بن محمدالسنيكى الشافعى، ج۲ص۱۲۱ ،باب الجنائز)

(قوله :فيدعو له) أى فعقب القراء ة يسن أن يدعو للميت رجاء الإجابة، لأن الدعاء ينفع الميت، وهو عقب القراء ة أقرب إلى الإجابة.وسيأتى -فى باب الوصية -

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حنابلہ کے نزدیک قبر کی زیارت کرنے والے کو قبر کے سامنے کھڑے ہونا اور ’’السلام علیکم دار قوم مومنین الـــخ ‘‘ دعاء کا کرنا مستحب ہے، اور حنابلہ کی ایک روایت حسبِ منشاء کسی بھی جگہ کھڑے ہونے کی ہے، اور دعاء کے ثبوت کی دلیل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہلِ بقیع کے لئے مغفرت کی دعاء کرنا منقول ہے۔ لے (جاری ہے)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ کلام فی حصول ثواب الدعاء والقراء ة للميت -إن شاء الله تعالى -(وقوله: مستقبلا للقبلة) حال من فاعل يدعو، أی يدعو حال كون الداعی مستقبلا للقبلة.

وعبارة المغنی :وعند الدعاء يستقبل القبلة وإن قال الخراسانيون باستحباب استقبال وجه الميت(إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين للدمياطی البكری الشافعی، ج۲ص ۱۶۲ ، باب الصلاة)

قال الآجری فی النصيحة :يسن الوقوف بعد الدفن قليلا والدعاء للميت مستقبل وجهه بالثبات فيقال اللهم هذا عبدک وأنت أعلم به منا ولا نعلم منه إلا خيرا وقد أجلسته تسأله اللهم فثبته بالقول الثابت فی الآخرة كما ثبته فی الدنيا اللهم ارحمه وألحقه بنبيه ولا تضلنا بعده ولا تحرمنا أجره اهـ (فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۶۷۵۷)

لے وقال شيخنا :تجوز زيارته للاعتبار ، وقال :ولا يمنع الكافر زيارة قريبه المسلم ، ويقف الزائر أمام القبر ، وعنه :حيث شاء وعنه :قعوده كقيامه ، وذكره أبو المعالی ، وينبغی أن يقرب منه، كزيارته حيا ، ذكره فی الوسيلة والتلخيص ، ويجوز لمس القبر باليد ، وعنه :يكره ؛ لأن القرب يتلقى من التوقيف ، ولم يرد به سنة ؛ ولأنه عادة أهل الكتاب ، وعن الشافعية كهذا ، وعن الحنفية مثله والذی قبله ، وعنه :يستحب ، صححها أبو الحسين فی التمام ، لأنه يشبه مصافحة الحی ، لا سيما ممن ترجى بركته .وفی الوسيلة :هل يستحب عند فراغ دفنه وضع يده عليه وجلوسه على جانبيه ؟ فيه روايتان ، ويستحب إذا زارها أو مر بها أن يقول " :السلام عليكم دار قوم مؤمنين أو أهل الديار من المؤمنين والمسلمين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون ، نسأل الله لنا ولكم العافية ، اللهم لا تحرمنا أجرهم ، ولا تفتنا بعدهم ، واغفر لنا ولهم "وفی ذلک أن اسم ، الدار يقع على المقابر ، وإطلاق الأهل على ساكنی المكان من حی وميت .ودعا عليه السلام لأهل البقيع فقال :(اللهم اغفر لأهل بقيع الغرقد) سمی به لغرقد كان فيه وهو ما عظم من العوسج ، وقيل :كل شجر له شوک ، قال جماعة :السلام هنا معرف ، ونص عليه أحمد ، لأنه أشهر فی الإخبار ، ورواه مسلم من رواية أبی هريرة وبريدة ، والتنكير فی طرق لأحمد من رواية أبی هريرة وعائشة ، وذكر جماعة تنكيره ، ونص عليه ، وخيره صاحب المحرر وغيره ، وذكره بعضهم نصا ، وكذا السلام على الأحياء ، على ما ذكره غير واحد ، وعنه :تعريفه أفضل ، قال صاحب النظم :كالرد ، وقيل :تنكيره ، قاله ابن عقيل ؛ لأنه روى عن عائشة .وقال ابن البنا :سلام التحية منكر وسلام الوداع معرف ، وإنما قال عليه السلام :(عليک السلام تحية الموتى) على عاداتهم فی تحية الأموات يقدمون اسم الميت على الدعاء ، ذكره صاحب المحرر ، وفعلوا ذلک لأن المسلم على قوم يتوقع جوابا والميت لا يتوقع منه ، فجعلوا السلام عليه كالجواب ، وهذا فی الدعاء بالخير والمدح ، ويقدم الضمير فی الشر والذم كقوله تعالى (عليهم دائرة السوء) (وإن عليک لعنتی) وفی الصحيح أن ابن عمر مر بابن الزبير وهو مقتول فقال :السلام عليک أبا خبيب ، وكرره ثلاثا ، فدل أنه كالسلام على الحی وأن الأول أفضل ، وفيه السلام على من لم يدفن ، وورد تكراره فی الحی فی المتهاجرين وفی سلام ابن جابر على النبی صلى الله عليه وسلم وهو يصلی .

ويسمع الميت الكلام ، ولأحمد من حديث سفيان عمن سمع أنسا عنه مرفوعا (إن أعمالكم تعرض على أقاربكم وعشائركم من الأموات فإن كان خيرا استبشروا ، وإن كان غير ذلک قالوا :اللهم لا تمتهم حتى تهديهم كما هديتنا) ورواه أبو داود الطيالسی فی مسنده عن جابر مرفوعا ، وهو ضعيف ، قال أحمد : يعرف زائره يوم الجمعة بعد الفجر قبل طلوع الشمس :وفی الغنية :يعرفه كل وقت ، وهذا الوقت آكد ، وأطلق أبو محمد البربهاری من متقدمی أصحابنا أنه يعرفه (الفروع وتصحيح الفروع، لابن مفلح الحنبلی، ج۳ص ۴۱۲ الیٰ ۴۱۵، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور وإهداء القرب وما يتعلق بذلک)

Idara Ghufran

عبرت کدہ (حضرت آدم علیہ السلام: قسط ۱۱) مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

قصہ اولادِ آدم

حضرت آدم کے دو بیٹوں کی قربانی

قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے ان دونوں صاحبزادوں کا نام ذکر نہیں کیا گیا، سورہ مائدہ میں صرف ''آدم کے دو بیٹے'' کے الفاظ کے ساتھ ان کو مجمل چھوڑا گیا ہے، بعض مفسرین نے ان کے نام ''قابیل'' اور ''ہابیل'' ذکر فرمائے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کی قربانی کے پیش کرنے کا واقعہ جو صحیح اور قوی سندوں کے ساتھ منقول ہے اور ابن کثیر نے اس علماء سلف وخلف کا متفقہ قول قرار دیا ہے یہ ہے کہ جب حضرت آدم اور حواء علیہما السلام دنیا میں آئے اور توالد وتناسل کا سلسلہ شروع ہوا تو ہر ایک حمل سے ان کے دو بچے جڑواں پیدا ہوتے، ایک لڑکا اور دوسری لڑکی، اس وقت جبکہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سوائے بہن بھائیوں کے کوئی اور نہ تھا، اور بھائی بہن کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی ضرورت کے لحاظ سے شریعتِ آدم علیہ السلام میں یہ خصوصی حکم جاری فرمادیا تھا کہ ایک حمل سے جولڑکا اور لڑکی پیدا ہو وہ تو آپس میں حقیقی بہن بھائی سمجھے جائیں، اور ان کے درمیان نکاح حرام قرار پائے، لیکن دوسرے حمل سے پیدا ہونے والے لڑکے کے لئے پہلے حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی حقیقی بہن کے حکم میں نہیں ہوگی، بلکہ ان کے درمیان رشتہ ازدواج ومناکحت جائز ہوگا۔

لیکن ہوا یہ کہ پہلے لڑکے قابیل کے ساتھ جولڑکی پیدا ہوئی وہ حسین وجمیل تھی اور دوسرے لڑکے ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی اتنی حسین وجمیل نہ تھی، جب نکاح کا وقت آیا تو حسبِ ضابطہ ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی قابیل کے حصہ میں آئی، اس پر قابیل ناراض ہوکر ہابیل کا دشمن ہوگیا، اور اس پر اصرار کرنے لگا کہ میرے ساتھ جولڑکی پیدا ہوئی ہے وہی میرے نکاح میں دی جائے، حالانکہ ان کی

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

شریعت میں اس طرح جائز نہ تھا، حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے درمیان جھگڑا دور کرنے کے لئے ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی دینے کا کہا کہ جس کی قربانی قبول ہوگی وہ حق پر ہوگا، حضرت آدم علیہ السلام کو یقین تھا کہ قربانی اسی کی قبول ہوگی جس کا حق ہے، یعنی ہابیل کی۔

اور اس زمانہ میں قربانی قبول ہونے کی ایک واضح اور کھلی ہوئی علامت یہ تھی کہ آسمان سے ایک آگ آتی اور قربانی کو کھا جاتی تھی، اور جس قربانی کو آگ نہ کھائے تو یہ علامت اس کے نامقبول ہونے کی ہوتی تھی۔ [۱]

چنانچہ حضرت آدم کے دونوں بیٹوں نے قربانی دینے کا ارادہ کیا۔

اب قربانی دینے کی صورت یہ پیش آئی کہ ہابیل کے پاس بھیڑ بکریاں تھیں، اس نے ایک عمدہ دنبہ کی قربانی کی، اور قابیل کاشتکار آدمی تھا، اس نے کچھ غلہ، گندم وغیرہ قربانی کے لئے پیش کیا، اور وہ بھی غالباً اخلاص، خوش دلی اور جذبہ اطاعت سے نہیں، محض ضابطہ کی کارروائی پوری کرنے کے لئے، حسبِ دستور آسمان سے آگ آئی، اور ہابیل کی قربانی کو کھا گئی، اور قابیل کی قربانی جوں کی توں پڑی رہ گئی۔

اس پر قابیل کو اپنی ناکامی کے ساتھ رسوائی کا غم وغصہ اور بڑھ گیا، تو اس سے رہا نہ گیا، اور کھلے طور پر اپنے بھائی سے کہہ دیا میں تجھے قتل کرڈالوں گا۔

ہابیل نے اس وقت بھی غصہ کی بات کا جواب غصہ کے ساتھ دینے کے بجائے ایک معقول اور اصولی بات کہی، جس میں اس کی ہمدردی وخیر خواہی بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا دستور یہی ہے کہ متقی وپرہیزگار کا عمل قبول فرمایا کرتے ہیں، اگر تم تقویٰ وپرہیزگاری اختیار کرتے تو تمہاری قربانی بھی قبول ہوتی، تم نے ایسا نہیں کیا تو قربانی قبول نہ ہوئی، اس میں میرا کیا قصور ہے؟ [۲]

---

[۱] وكان من خبرهما فيما ذكره غير واحد من السلف والخلف، أن الله تعالى :شرع لآدم عليه السلام، أن يزوج بناته من بنيه لضرورة الحال، ولكن قالوا :كان يولد له فى كل بطن ذكر وأنثى، فكان يزوج أنثى هذا البطن لذكر البطن الآخر، وكانت أخت هابيل دميمة وأخت قابيل وضيئة، فأراد أن يستأثر بها على أخيه، فأبى آدم ذلك، إلا أن يقربا قربانا، فمن تقبل منه فهى له، فتقبل من هابيل ولم يتقبل من قابيل، فكان من أمرهما ما قصه الله فى كتابه(تفسير ابنِ كثير، ج۳ص ۷۴، سورة المائدة)

[۲] فذكر السدى عن أبى مالك وأبى صالح، عن ابن عباس، وعن مرة عن ابن مسعود وعن ناس من الصحابة، أن آدم كان يزوج ذكر كل بطن بأنثى الآخر وأن هابيل أراد أن يتزوج بأخت قابيل، وكان أكبر من هابيل وأخت هابيل أحسن، فأراد قابيل أن يستأثر بها على أخيه، وأمره آدم عليه السلام أن يزوجه إياها فأبى، فأمرهما أن يقربا قربانا، وذهب آدم ليحج إلى مكة، واستحفظ السموات على بنيه فأبين، والأرضين والجبال فأبين، فتقبل قابيل بحفظ ذلك.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (سورة المائدة، رقم الآية ۲۷)

ترجمہ: اور آپ (اے محمد) ان اہلِ کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنائیے جب کہ دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی اور ان میں سے ایک کی تو قبول ہوگئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی، وہ دوسرا کہنے لگا کہ میں تجھ کو ضرور قتل کردوں گا اس ایک نے جواب دیا کہ اللہ متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ: یعنی ان لوگوں کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح صحیح واقعہ کے مطابق سنا دیجئے، اس میں ''بالحق'' کے لفظ سے تاریخی روایات کی نقل میں ایک اہم اصول کی تلقین فرمائی گئی ہے کہ تاریخی روایات کی نقل میں بڑی احتیاط لازم ہے، جس میں نہ کوئی جھوٹ ہو نہ کوئی تلبیس اور دھوکہ اور نہ اصل واقعہ میں کسی قسم کی تبدیلی یا کمی زیادتی۔

اور اس آیت میں ''قربان'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، لفظ قربان، عربی لغت کے اعتبار سے اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کو کسی کے قرب کا ذریعہ بنایا جائے، اور اصلاح شرع میں اس ذبیحہ وغیرہ کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا تقرّب حاصل کرنے کے لئے کیا جائے۔ (جاری ہے............)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فلما ذهب قربا قبانهما ;فقرب هابيل جذعة سمينة، وكان صاحب غنم، وقرب قابيل حزمة من زرع من درء زرعه، فنزلت نار فأكلت قربان هابيل وتركت قربان قابيل، فغضب وقال :لأقتلنك حتى لا تنكح أختي، فقال :إنما يتقبل الله من المتقين(قصص الانبياء لابنِ كثير، ج ا ص ٥٦،ذكر قصة ابنى آدم)

Idara Ghufran

طب وصحت

مفتی محمد رضوان

اترجہ یاترُنج (Citron)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الْأُتْرُجَّۃِ، رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا طَیِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ التَّمْرَۃِ، لَا رِیْحَ لَھَا وَطَعْمُھَا حُلْوٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الرَّیْحَانَۃِ، رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَۃِ، لَیْسَ لَھَا رِیْحٌ وَطَعْمُھَا مُرٌّ (بخاری، رقم الحدیث ۵۴۲۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے، ترنج کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ بھی عمدہ ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہے، اور اس مومن کی مثال جو قرآن نہ پڑھے، اس کھجور کی طرح ہے، جس کا ذائقہ تو میٹھا ہے، لیکن اس میں خوشبو نہیں، اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے، ریحانہ (تلسی یاBasil) کی طرح ہے کہ اس کی خوشبو اچھی ہے اور ذائقہ کڑوا ہے، اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا، حنظلہ (یعنی اندرائن کے پھل یاColocynth) کی طرح ہے، جس کا ذائقہ بھی کڑوا ہے اور اس میں خوشبو بھی نہیں (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الْأُتْرُجَّۃِ، رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا طَیِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِی لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ التَّمْرَۃِ طَعْمُھَا طَیِّبٌ، وَلَا رِیْحَ لَھَا، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الرَّیْحَانَۃِ، رِیْحُھَا طَیِّبٌ، وَطَعْمُھَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَۃِ طَعْمُھَا مُرٌّ، وَلَا رِیْحَ لَھَا، وَمَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ کَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْکِ، إِنْ لَمْ یُصِبْکَ مِنْہُ شَیْءٌ أَصَابَکَ مِنْ رِیْحِہٖ، وَمَثَلُ

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جَلِيُسِ السُّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْكِيُرِ، إِنْ لَمْ يُصِبْكَ مِنْ سَوَادِهِ أَصَابَكَ مِنْ دُخَانِهِ(سنن ابی داود، رقم الحديث ۴۸۲۹) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مومن جو قرآن پڑھتا ہے، اس کی مثال ترنج کی طرح ہے کہ اس کی خوشبو بھی پاکیزہ ہے اور اس کا ذائقہ بھی عمدہ ہوتا ہے، اور وہ مومن جو قرآن نہیں پڑھتا، اس کی مثال کھجور کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ تو عمدہ ہوتا ہے، لیکن اس میں خوشبو نہیں، اور اس فاجر کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے، ریحانہ (تلسی یا Basil) کی طرح ہے کہ اس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے، لیکن اس کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے، اور وہ فاجر آدمی جو قرآن کی تلاوت نہیں کرتا، اس کی مثال حنظلہ (یعنی اندرائن کے پھل یا Colocynth) کی ہے کہ اس کا ذائقہ بھی کڑوا ہوتا ہے اور اس میں خوشبو نہیں ہوتی، اور نیک آدمی کے ہم نشین کی مثال مشک والے کی طرح ہے کہ اگر تجھے اس مشک میں سے کچھ بھی نہ ملے تو اس کی خوشبو تو تجھے پہنچے ہی گی، اور برے آدمی کے ہم نشین کی مثال بھٹی والے کی طرح ہے کہ اگر اس کی سیاہی تجھے نہ بھی لگے، اس کا دھواں تو تجھے ضرور پہنچے گا (ابوداؤد)

اس طرح کی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [۲]

''ترنج'' کو عربی زبان میں ''اترجۃ'' یا ''اُترُج'' اور ہندی زبان میں ''بجوڑا'' اور انگریزی زبان میں Citron (سِٹرون) کہتے ہیں، اور بعض عرب ممالک میں اس کو ''کباد'' بھی کہا جاتا ہے۔

انگریزی زبان کے علاوہ بہت سی زبانوں (مثلاً فرانسیسی، جرمن وغیرہ) میں سٹرون سے مُراد لیموں لیا جاتا ہے، سولہویں صدی میں انگریزی زبان میں بھی سٹرون کے مفہوم میں لیموں کو شامل کر لیا گیا۔

واقعہ یہ ہے کہ انگریزی زبان میں Citrus (سٹرس پھل) پھلوں کی وہ جنس Genus کہلاتی ہے، جس میں مالٹا، کینوں، لیموں، کھٹا، چکوترا وغیرہ شامل ہیں۔

---

[۱] قال شعيب الارنوؤط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داود)

[۲] عن علی، قال :مثل الذی أوتی الإيمان ولم يؤت القرآن مثل التمرة طعمها طيب ولا ريح لها، ومثل الذی أوتی القرآن ولم يؤت الإيمان مثل الريحانة الآسة ريحها طيب، وطعمها مر، ومثل الذی أوتی القرآن والإيمان مثل الأترجة ريحها طيب وطعمها طيب، ومثل من لم يؤت الإيمان ولا القرآن مثل الحنظلة ريحها خبيث، وطعمها خبيث (سنن الدارمی، رقم الحديث ۳۴۰۷)

قال حسين سليم اسد الداراني: إسناده صحيح(حاشية سنن الدارمی)

Idara Ghufran

اور ایک تحقیق کے مطابق اس جنس میں تین پھل اصل (Original Citrus Fruits) ہیں، اور باقی پھل ان سے اخذ کردہ ہیں خواہ قدرتی طور پر یا مصنوعی طور پر، اس لئے انھیں قدیم سٹرس پھل بھی کہا جا سکتا ہے، ان قدیم سٹرس پھلوں کے نام یہ ہیں:

(۱)......Citron (۲)......Pummelo (۳)......Mandarine

ترنج یا Citron (سٹرون) کا سائنسی نام Citrus Medica ہے۔

یہ ایک خوشبودار پھل ہے، جس کی چھال موٹی ہوتی ہے، اور دوسرے سٹرس پھلوں کی بنسبت اس میں گُودا تھوڑی مقدار میں ہوتا ہے، اور بعض اقسام میں گودا بالکل نہیں ہوتا۔

اس کا اصل ذائقہ کھٹا میٹھا ہوتا ہے، البتہ بعض اقسام کے ذائقہ میں کھٹاس اور بعض میں مٹھاس کا غلبہ ہوتا ہے۔

چنانچہ تُرش اقسام کو انگریزی زبان میں Florentine and Diamante Citron، اور Greek and Balady Citron کا نام دیا جاتا ہے۔

اور میٹھی اقسام کو Corsican and Moroccan Citrons کا نام دیا جاتا ہے۔

احادیث میں قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال جو ''ترنج'' سے دی گئی ہے، اور اس کو خوشبودار اور اس کے ذائقہ کو عمدہ قرار دیا گیا ہے، جس سے یہ بات طے شدہ ہے کہ احادیث میں ''ترنج'' سے مراد Citrus (سٹرس پھل) کی وہ جنس یا وہ قسم مراد ہے کہ جو خوشبودار اور میٹھی یا کھٹی میٹھی ہو، کیونکہ خالص اور تیز کھٹی چیز کو عمدہ ذائقہ والی شمار نہیں کیا جاتا۔

قدیم زمانے سے ترنج کو طبی مقاصد کے لئے بھی استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

اور اس کی خوشبو کی وجہ سے اس کو عطر کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

اس کے چھلکے کو مٹھاس (شیرے) میں پکا کر استعمال کیا جاتا ہے، اور اس کا مربہ اور اچار بھی بنایا جاتا ہے، اور بعض علاقوں میں اس کے چھلکے کو جام (Jam) میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

''ترنج'' کا رنگ زردی مائل بسرخی ہوتا ہے، اور کچے پھل کا رنگ سبز ہوتا ہے، اور خوش ذائقہ چاشنی دار شیریں و ترش کہلاتا ہے۔

مزاج کے اعتبار سے ''ترنج'' کا چھلکا گرم اور خشک اور ''ترنج'' کا گودا سرد اور تَر اور ''ترنج'' کے بیج گرم اور خشک کہلاتے ہیں، اس لئے ''ترنج'' کے ان مجموعی اجزاء میں گرم، سرد، خشک اور تَر چاروں مزاج جمع

Idara Ghufran

ہیں۔

’’ترنج‘‘ مزاج میں لطافت دیتا ہے، صفراء کو گرنے نہیں دیتا، اور صفراء کو ختم کرتا ہے، اس کے ذریعہ صفراوی قے بھی بند ہوجاتی ہے، اور خون بھی صفراء سے پاک ہوجاتا ہے، اور اس کے ذریعہ صفراوی دَست بھی بند ہوجاتے ہیں، پیاس بجھاتا ہے، جگر اور معدہ کو قوت دیتا ہے، دل کی تیز دھڑکن اور ہائی بلڈ پریشر کے لئے مفید ہے، اور یہ قبض آور شمار کیا جاتا ہے۔

اس کا چھلکا دل اور دماغ کو طاقت دیتا ہے، اور کھانے کو ہضم کرتا ہے، اور ریاح وگیس کو ختم کرتا ہے، اور متلی آنے کو روکتا ہے، کپڑوں میں رکھنے سے کیڑے مکوڑے بھاگ جاتے ہیں، یا قریب نہیں آتے، اور اس کے چھلکوں کو پانی میں پیس کر آنکھوں میں لگانا آنکھوں کی زردی اور گدلاہٹ کو دور کرتا ہے۔

’’ترنج‘‘ کے بیج، بچھو، مکھی، مچھر اور دوسرے زہریلے مادوں کو دور کرنے کے لئے مفید ہیں، اور ’’ترنج‘‘ کے بیج بند حیض کو جاری کرنے کے لئے بھی مؤثر ہیں (بستان المفردات، کتاب المفردات) [1]

---

[1] فی الأترج منافع كثيرة، وهو مركب من أربعة أشياء :قشر، ولحم، وحمض، وبزر، ولكل واحد منها مزاج يخصه، فقشره حار يابس، ولحمه حار رطب، وحمضه بارد يابس، وبزره حار يابس.

ومن منافع قشره :أنه إذا جعل فی الثياب منع السوس، ورائحته تصلح فساد الهواء والوباء، ويطيب النكهة إذا أمسكه فی الفم، ويحلل الرياح، وإذا جعل فی الطعام كالأبازير، أعان على الهضم .قال صاحب القانون : وعصارة قشره تنفع من نهش الأفاعی شربا، وقشره ضمادا، وحراقة قشره طلاء جيد للبرص .انتهى.

وأما لحمه :فملطف لحرارة المعدة، نافع لأصحاب المرة الصفراء، قامع للبخارات الحارة .وقال الغافقی : أكل لحمه ينفع البواسير .انتهى.

وأما حمضه :فقابض كاسر للصفراء ، ومسكن للخفقان الحار، نافع من اليرقان شربا واكتحالا، قاطع للقیء الصفراوی، مشه للطعام، عاقل للطبيعة، نافع من الإسهال الصفراوی، وعصارة حمضه يسكن غلمة النساء ، وينفع طلاء من الكلف، ويذهب بالقوباء ، ويستدل على ذلک من فعله فی الحبر إذا وقع فی الثياب قلعه، وله قوة تلطف، وتقطع، وتبرد، وتطفیء حرارة الكبد، وتقوی المعدة، وتمنع حدة المرة الصفراء ، وتزيل الغم العارض منها، وتسكن العطش.

وأما بزره :فله قوة محللة مجففة .وقال ابن ماسويه :خاصية حبه النفع من السموم القاتلة إذا شرب منه وزن مثقال مقشرا بماء فاتر، وطلاء مطبوخ .وإن دق ووضع على موضع اللسعة، نفع، وهو ملين للطبيعة، مطيب للنكهة، وأكثر هذا الفعل موجود فی قشره، وقال غيره :خاصية حبه النفع من لسعات العقارب إذا شرب منه وزن مثقالين مقشرا بماء فاتر، وكذلک إذا دق ووضع على موضع اللدغة.

وقال غيره :حبه يصلح للسموم كلها، وهو نافع من لدغ الهوام كلها (الطب النبوی لابن القيم، ج ۱ ص ۲۱۲، ۲۱۳، فصل فی ذكر شیء من الأدوية والأغذية المفردة التی جاء ت على لسانه صلى الله عليه وسلم مرتبة على حروف المعجم، حرف الهمزة)

Idara Ghufran

بعض اطباء کے بارے میں منقول ہے کہ ان کو قید کر کے صرف ایک سالن فراہم کرنے اور اس سالن کے انتخاب کرنے کا حکم دیا گیا، تو انہوں نے ''ترنج'' کو اختیار کیا، اور جب ان سے اس کی وجہ معلوم کی گئی، تو انہوں نے جواب میں کہا کہ اس کی خوشبو اور رنگت طبیعت میں فرحت پیدا کرتی ہے، اس کا چھلکا خوشبودار ہوتا ہے، اور اس کا گودا میوہ ہے، اور اس کی ترشی سالن ہے، اور اس کا بیج زہر توڑ کا کام کرتا ہے، اور اس میں چکنائی اور روغن بھی ہوتا ہے (اور یہ سب چیزیں قید خانہ میں انتہائی مفید اور معاون ہیں) [1]

وذكر أن بعض الأكاسرة غضب على قوم من الأطباء ، فأمر بحبسهم، وخيرهم أدما لا يزيد لهم عليه، فاختاروا الأترج، فقيل لهم :لم اخترتموه على غيره؟ فقالوا :لأنه فى العاجل ريحان، ومنظره مفرح، وقشره طيب الرائحة، ولحمه فاكهة، وحمضه أدم، وحبه ترياق، وفيه دهن.

وحقيق بشيء هذه منافعه أن يشبه به خلاصة الوجود، وهو المؤمن الذى يقرأ القرآن، وكان بعض السلف يحب النظر إليه لما فى منظره من التفريح(الطب النبوى لابن القيم، ج ١ ص ٢١٣، ٢١٤،فصل فى ذكر شيء من الأدوية والأغذية المفردة التى جاء ت على لسانه صلى الله عليه وسلم مرتبة على حروف المعجم، حرف الهمزة)

عشر وخراج اور جزیہ کے احکام

قرآن وسنت اور فقہ کی روشنی میں عُشر وخراج اور جزیہ کے مدلَّل ومفصَّل احکام

کتابِ اول......کاشت کی زکاۃ یعنی عُشر کے فضائل واحکام

کتابِ دوم......زمین یا اس کی پیداوار کے خراج کے احکام

کتابِ سوم............تجارتی مال کے عشر یا ٹیکس کے احکام

کتابِ چہارم.................................جزیہ کے احکام

مصنّف: مفتی محمد رضوان

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□......۳/۱۰/۱۷/۲۴/ ربیع الاول، بروز جمعہ، متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے، اور مسجدِ ادارہ میں حضرت مدیر صاحب جمعہ کی نماز اور خطبہ کے فرائض انجام دیتے رہے، اور بعد جمعہ مسائل کی نشست بھی منعقد ہوتی رہی۔

□......۵/۱۲/۱۹/۲۶/ ربیع الاول، بحمد اللہ حضرت مدیر صاحب کی ادارہ میں بروز اتوار، ہفتہ وار اصلاحی مجلس حسبِ معمول منعقد ہوتی رہی۔

□......۳۰/صفر المظفر، بروز منگل، دن دس بجے حضرت مدیر صاحب نے ادارہ کے قریب میں جناب نعیم صاحب کی اہلیہ صاحبہ کا نمازِ جنازہ دن دس بجے پڑھایا۔

□......۴/ ربیع الاول، بروز ہفتہ، حضرت مدیر صاحب نے جناب حاجی عبدالغفور صاحب (پڑوسی) کے بھائی صاحب کا نمازِ جنازہ دن گیارہ بجے پڑھایا۔

□......۹/ ربیع الاول، بروز جمعرات، حضرت مدیر صاحب کی معیت میں احبابِ ادارہ دن گیارہ بجے، فتح جنگ کے مضافات میں مولانا محمد عثمان صاحب (متخصص ادارہ غفران) کی ضیافت کے سلسلہ میں تشریف لے گئے۔

□......۱۰/ ربیع الاول، بروز جمعہ، مولانا قاری عبدالحفیظ صاحب (ادارہ اشاعت الخیر، ملتان) ادارہ تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب سے مختصر ملاقات فرمائی۔

□......۱۵/ ربیع الاول، بروز بدھ، مولانا طارق محمود صاحب اپنے آبائی گاؤں کچھ دنوں کے لئے تشریف لے گئے، اتوار ۱۹ربیع الاول کو واپسی ہوئی۔

□......۲۷/ ربیع الاول، بروز پیر، حضرت مدیر صاحب نے جناب عبدالکریم صاحب کی اہلیہ صاحبہ کا نمازِ جنازہ دن گیارہ بجے پڑھایا۔

□......تعمیر پاکستان سکول میں حکومتی اعلان کے باعث 21 دسمبر 2014ء تا 11 جنوری 2015ء تک تعطیلات رہیں، 12 جنوری بروز پیر کو سکول دوبارہ اپنے وقت پر کھلا۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

21/ دسمبر/2014ء، بمطابق 28/صفرالمظفر/1436ھ: صدر نے سزائے موت کے 17 قیدیوں کی رحم کی اپیلیں مسترد کر دیں، 3 جیلوں کی سیکورٹی فوج کے حوالے 22/ دسمبر: پاکستان: فیصل آباد جیل میں سزائے موت کے مزید 4 قیدیوں کو پھانسی دے دی گئی 23/ دسمبر: پاکستان: مانگ بڑھنے سے ایل پی جی 20 روپے فی کلو مہنگی، قیمت 180 روپے ہوگئی 24/ دسمبر: پاکستان: ڈیرہ بگٹی میں ایک اور گیس پائپ لائن اڑا دی گئی، گیس سپلائی مزید کم، ایل پی جی مزید مہنگی، قیمت 200 روپے ہوگئی 25/ دسمبر: پاکستان: دھند کی سفید چادر تنی رہی، زندگی مفلوج، حادثات میں 6 افراد جاں بحق 26/ دسمبر: پاکستان: کوٹ لکھپت جیل پر حملہ کا منصوبہ ناکام، 2 خواتین سمیت 3 ملزم گرفتار، فوجی وردیاں راکٹ لانچر برآمد 27/ دسمبر: پاکستان: ایکولائزیشن سرچارج، بجلی مزید 60 پیسے مہنگی کر دی گئی 28/ دسمبر: پاکستان: اقوامِ متحدہ کی طرف سے پھانسیاں روکنے کا مطالبہ مسترد، وزیراعظم 29/ دسمبر: انڈونیشیا سے سنگا پور جاتے ہوئے طیارہ 162 مسافروں سمیت لاپتا 30/ دسمبر: پاکستان: لاہور انارکلی پلازہ میں آتشزدگی، خاتون بچے سمیت 13 افراد جاں بحق 31/ دسمبر: پاکستان: پٹرولیم مصنوعات پر جی ایس ٹی میں 5 فیصد اضافہ، صارفین ماہانہ 5 ارب کے ریلیف سے محروم کیم/جنوری 2015ء: پاکستان: پٹرول 6.25، ڈیزل 7.86 مٹی کا تیل 11.26 روپے فی لیٹر سستا 2/ جنوری: پاکستان: ملک بھر میں صوبائی حکومتوں کی طرف سے ٹرانسپورٹ اور فریٹ ریلوے کے کرایوں میں کمی کا اعلان 3/ جنوری: پاکستان: مہمند کان بیٹھنے سے 17 مزدور دب گئے، 10 جاں بحق 4/ جنوری: پاکستان: سوات، مینگورہ اور گرد و نواح میں زلزلے کے جھٹکے 5/ جنوری: پاکستان: قومی اسمبلی، آئین اور آرمی ایکٹ میں ترمیم کے بل پیش، فوجی عدالتیں سیاستدانوں، مدارس عام شہریوں کے خلاف استعمال نہیں ہوں گی، چوہدری نثار 6/ جنوری: پاکستان: قومی اسمبلی، فضل الرحمٰن کی مخالفت آئینی ترمیم پر ووٹنگ مؤخر 7/ جنوری: پاکستان: فوجی عدالتیں، پارلیمنٹ نے آئین وآرمی ایکٹ میں ترمیم کی متفقہ منظوری دے دی 8/ جنوری: صدر کے دستخط، 21 ویں ترمیم آئین کا حصہ بن گئی، فوجی عدالتوں کے لئے 83 مقدمات وزارتِ داخلہ کو ارسال 9/ جنوری: پاکستان: شہباز شریف نے 31 ارب کی لاگت سے ''اپنا روزگار'' سکیم کا افتتاح کر دیا 10/ جنوری: پاکستان: راولپنڈی میں خودکش دھماکہ، 6 افراد جاں بحق، 19 زخمی 11/ جنوری: پاکستان: کراچی کوچ اور ٹینکر میں خوفناک تصادم، 64 افراد زندہ جل گئے

Idara Ghufran

✍ 12/جنوری : پاکستان: تعلیمی ادارے آج 26روز بعد دوبارہ کھل جائیں گے، ہزاروں سکول تاحال چاردیواری سے محروم ✍ 13/جنوری: پاکستان: ایکنگ نے 108ارب کے 9ترقیاتی منصوبوں کی منظوری دے دی ✍ 14/جنوری: پاکستان: امریکہ نے فضل اللہ کو عالمی دہشت گرد قرار دے دیا، پشاور سکول حملے کے 5منصوبہ ساز افغانستان میں گرفتار ✍ 15/جنوری: پاکستان: بارش اور برفباری جاری، گوجرانوالہ چھت گرنے سے 2بھائی جاں بحق، لیسکو کے 160فیڈر ٹرپ کر گئے ✍ 16/جنوری: پاکستان: پنجاب بھر میں پٹرول کا بحران سنگین، پمپوں پر طویل قطاریں ✍ 17/جنوری: پاکستان: بجلی 68پیسے فی یونٹ مہنگی ✍ 18/جنوری : پاکستان: پٹرول بحران پر سیکرٹری پٹرولیم سمیت 4افسر معطل ✍ 19/جنوری: پاکستان: بھارت کا پی آئی اے کو دفتر بند کرنے کا حکم، سٹیشن منیجر کو دہلی چھوڑنے کی ہدایت ✍ 20/جنوری: یمن، حوثی باغیوں کی وزیر اعظم کی گاڑی پر فائرنگ، سرکاری ٹی وی پر قبضہ کرلیا۔

بسلسلہ: ارکانِ اسلام — اضافہ وتحقیق شدہ دوسرا ایڈیشن

زکاۃ کے فضائل واحکام

قرآن وسنت اور اسلامی فقہ کی روشنی میں زکاۃ کی فرضیت واہمیت، زکاۃ کے فضائل وفوائد، ترکِ زکاۃ کے نقصانات اور وعیدیں، زکاۃ کی اقسام، سونے چاندی، مالِ تجارت اور کرنسی کی زکاۃ، سائمہ جانوروں کی زکاۃ کے قدیم وجدید مفصل ومدلّل باحوالہ احکام، زکاۃ کے متعلق اہم امور ومسائل پر علمی وتحقیقی کلام۔

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام — اضافہ واصلاح شدہ چوتھا ایڈیشن

ماہِ ربیعُ الاٰخر

اسلامی سال کے چوتھے مہینے ''ربیعُ الاٰخر'' جس کو ''ربیعُ الثَّانی'' بھی کہا جاتا ہے کے متعلق شرعی احکام، اس مہینہ کے حوالہ سے معاشرے میں رائج منکرات ومفاسد اور غلط فہمیوں پر، مدلَّل ومفصَّل کلام، اور ماہِ ربیعُ الاٰخر کے تاریخی واقعات وحالات

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530